پگڑی باندھنے اور مونچھوں کو منڈانے کی شرعی حیثیت

ردالھماھم
علٰی
حسن العمائم کطلوع الغمائم

مرتب

احقر العباد محمد خالد حنفی

فاضل جامع مطلع العلوم کوئٹہ

گواڑخ پبلی کیشن کوئٹہ

کتاب کا نام	:	**ردالھماھم علیٰ حسن العمائم کطلوع الغمائم**
مؤلف	:	**احقر العباد محمد خالد الحنفی**
سن اشاعت	:	۲۰۲۰ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۳۰۰
کمپوزنگ	:	جمیل احمد مینگل، السراج کمپوزنگ سینٹر، جناح روڈ، کوئٹہ
پبلشرز	:	گواڑخ پبلشرز، جناح سینٹر، جناح روڈ کوئٹہ
رابطہ نمبر	:	۰۳۳۷۹۷۳۵۵۷۴

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان

آفتاب اسٹیشنری مین بازار مچھ بولان بوچستان

فہرست مضامین

نمبر شمار　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحات

عمامہ کا بیان

مونچھوں کا بیان

تقریظ

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا سید عبدالمالک شاہ چاغوی دامت برکاتہم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد

فاضل نوجوان مولوی محمد خالد صاحب کی کتاب کواحقر نے سرسری نظر مارا۔ ماشاء اللہ تحقیق وتنقیح مسئلہ میں اسکا حق ادا کیا۔

مزید عرض یہ ہے کہ قدما سلف صالحین مونچھ اور عمامہ کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ اسمیں کوئی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں۔ البتہ متاخرین نے کچھ اختلاف فرمایا ہے۔ لیکن سلف کا مسلک قابل اعتماد اور راجح ہے۔ البتہ یہ اختلاف عوام میں عمامہ کے بارے میں دلیل کی بناء پر نہیں علاقہ اور رسم ورواج کی بنیاد پر ہے کہ اسی بناء پر علماء افغان و بلوچ عمامہ سر پر باندھتے ہیں چونکہ یہاں عمامہ کی رواج ہے عوام بغیر عمامہ نماز کو مکروہ جانتے ہیں، اور علماء ہندوسندھ وپنجاب گرمی کیوجہ سے رومال یا قلنسوۃ استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا ایک دوسرے پر تنقید شدید مناسب نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حضرت اقدس مولانا (عبدالمالک شاہ) صاحب مدظلہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی سید محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

امابعد! نوجوان عالم فاضل مولانا خالد عزیز صاحب کے کتاب (**رد الهما هم علی حسن العمائم کطلوع الغمائم**) جو کہ عمامہ کی فضیلت اور مونچھوں کے بارے میں تھا بنظر عمیق مطالعہ کیا۔ اصل میں یہ کتاب ہمارے علاقے کے عالم فاضل مولانا غلام رسول مندرانی صاحب کے کتاب موسوم بہ حسن العمائم کطلوع الغمائم کے رد میں لکھا ہے۔ کیونکہ علامہ موصوف نے عمامہ باندھنے میں بہت سختی سے کام لیا تھا اور قلانس پوشوں پر طرّ اور رومال باندھنے کو خلاف سنت قرار دیا تھا جس پر ہمیں بہت تشویش لاحق ہوا تھا اور اس کے خلاف ہمارے استاذ محترم مولانا سید عبدالمالک شاہ صاحب نے بھی کچھ صفحات تحریر فرما کر علامہ موصوف کی طرف بھیجا بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وجعلنا کم امة وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس** کہ یہ امت درمیانہ امت ہے جس میں نہ افراط کی اور نہ تفریط کی گنجائش ہے۔ لیکن مسئلہ مذکورہ میں علامہ موصوف نے حد سے زیادہ سختی کیا تھا۔ لہٰذا ان کے تدارک کے لیے مولانا خالد عزیز صاحب کمر بستہ ہو کر اس مسئلہ کو اعتدال کے ساتھ حل کیا تھا۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور یہ کتاب تمام مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہو آمین۔

والسلام: حضرت مولانا مفتی (محمد قاسم شاہ) صاحب مدظلہ

نزیل مسجد اقصیٰ مچھ

18-12-2018

تقریظ

حضرت اقدس مولانا محمد عارف صاحب دامت برکاتہم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد! رد الھماھم علی حسن العمائم کطلوع الغمائم.

مؤلف:

فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد خالد صاحب کی تصنیف شدہ کتاب ہے۔احقر العباد نے مختلف مقامات سے کتاب کو دیکھا بہت اچھا پایا۔توقع سے زیادہ صحیح پایا۔مصنف نے جس کتاب کی رد میں لکھا ہے۔ بہت عرق ریزی سے علمی دلائل پیش کیا ہے۔بہت سارے کتابوں کا حوالہ دیگر محقق علماء کے اقوال پیش کر کے تنکے کی سپاری پر چلنے والی کتاب کو **فبھت الذی کفر** کیا ہے۔

مصنف نے اس کتاب میں دو (۲) موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔دستار یعنی پگڑی اور مونچھوں کے موضوع پر، دعا ہے کہ فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد خالد صاحب کو اللہ تعالیٰ علمی ترقی عطاء فرمائے اگر اس کتاب کو ناصح الامین کی نیت سے لکھا ہے۔تو حسن العمائم کطلوع الغمائم کے مصنف کیلئے اللہ تعالیٰ اصلاح کا ذریعہ بنائے۔اور اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد خالد صاحب کے قلم سے اللہ تعالیٰ بہت کام لے لیں۔اور علم میں عمل اور عمر میں اللہ تعالیٰ برکت عطاء فرمائیں۔آمین ثم آمین

الفقیر الی اللہ محمد عارف باللہ

خطیب جامع مسجد بلال مچھ بولان

25-10-2018 اکتوبر بروز جمعرات

بمطابق 14 صفر 1440ھ بوقت ٹھیک رات گیارہ بجے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

الحمدللّٰہ الذی کفٰی وسلام وعلٰی عبادہ الذین اصطفٰی .اما بعد

کچھ ماہ قبل عمامہ کے بارے میں ایک کتاب (حسن العمائم کطلوع الغمائم) نظر سے گزری جس کے مؤلف حضرت مولانا غلام رسول صاحب دامت برکاتہم نے اس کتاب میں عمامہ مبارک کے فضائل وغیرہ جمع کیے ہیں۔لیکن مولانا موصوف صاحب نے اس کتاب میں اکابرین اسلاف امت کی رائے کے خلاف اپنی ذاتی رائے اختیار کی ہے،اوراس کے علاوہ مولانا موصوف صاحب نے اپنی اس کتاب میں تشدد کی راہ اپنائی ہوئی ہے۔ جوکہ بالکل نا قابل قبول ہے،مولانا موصوف صاحب نے اپنی اس کتاب میں نماز میں عمامہ پہننے کوضروری قرار دیا ہےاور جولوگ نماز میں عمامہ مبارک زیب تن نہیں فرماتے ہیں۔ان کی سخت مخالفت کی ہے،حتیٰ کہ ان لوگوں کے بارے میں نازیبا الفاظ بھی استعمال کئے ہیں جیسا کہ مولانا موصوف صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے،اوراس کے علاوہ مولانا موصوف صاحب نےٹوپی پہننے کو بچہ گانہ اورطفلانہ لباس میں شمار کیا ہے۔اورمونچھوں کے حلق کرنے کے بارے میں تحریرفرمائی ہے کہ اس کوتغییر خلق اللہ کہا جائے تو بجا ہوگا (العیاذ باللہ) لہٰذا جب میں (احقر) نے مولانا موصوف کی اس کتاب کا مطالعہ کیا تو میں نے ارادہ کیا کہ مولانا موصوف صاحب نے اپنی اس کتاب میں جن مقامات پر مسائل عمامہ وٹوپی وحلق الشارب کے بارے میں افراط وتفریط کا شکار ہو گئے ہیں

اکابرین اسلاف امت کی کتابوں سے اس کی رد میں صحیح جواب عرض کر دوں ۔لہٰذا اس کے بعد میں نے فقہائے کرام ومحدثین عظام اور اکابرین علما دیوبندرحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مواد جمع کرنا شروع کیا۔بحمد اللہ تعالیٰ اپنی استطاعت کے مطابق جب میں نے ان مسائل کو اکابرین کی کتابوں سے اکھٹا کیا تو پھر اس کے بعد بفضل اللہ تعالیٰ اس مختصر سی کتاب کو ترتیب دی اور میں نے اس (کتاب) کا نام **رد الھماھم علیٰ حسن العمائم کطلوع الغمائم** رکھا۔اللہ پاک اس مختصر سی کوشش کو اپنے بارگاہ میں قبول فرمائیں ۔(آمین)

بندہ محمد خالد حنفی عفا اللہ عنہ

(۳۰/۶/۲۰۱۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمامہ کا بیان

کیا ٹوپی پہننا غیر مسنون عمل ہے؟

مولانا غلام رسول صاحب اپنی کتاب حسن العمائم کطلوع الغمائم کے ص (۹) پر کتاب جدید مسائل کا شرعی حل کے مؤلف پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ’’عمامہ مسنونہ کے بجائے پھر بھی غیر مسنونہ ٹوپی کا تذکرہ کردیا‘‘۔

اور مولانا موصوف صاحب مزید ص (۱۶) پر لکھتے ہیں۔

’’ملک کے فضلاء اور آخوند زادے اور متعلمین حضرات تو صرف اپنے سست رویے کی وجہ سے قلانس پوشی سے گزارہ کیا کرتے ہیں جبکہ یہ بچوں کے لباس میں شمار ہوتے ہیں اور ان غیر مسنون کلاہوں سے بچہ گانہ منظر اپنی نمازوں میں بھی ہمیشہ دکھایا کرتے ہیں ان کی ایسی بے ہمتی پر جتنی حسرت کی جائے کم ہے‘‘۔

مولانا موصوف کی ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مولانا موصوف صاحب ٹوپی پہننے کو غیر مسنون سمجھتے ہیں۔ اور ٹوپی کو بچوں کا لباس تصور کرتے ہیں۔ ٹوپی کو غیر مسنون یا بچوں کا لباس کہنا درست نہیں۔ اس لئے کہ ٹوپی پہننا حضور ﷺ سے ثابت ہے اور حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

علامہ حافظ ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ عمامہ مبارک کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے

اور بغیر عمامہ کے بھی ٹوپی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی پہنتے تھے۔

وقال ابن القيم فى زاد المعاد: وكان يلبسها يعنى العمامة ويلبس تحتها القلنسوة وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة ويلبس العمامة بغير قلنسوة. انتهٰى. وفى الجامع الصغير برواية طبرانى عن ابن عمرؓ قال كان يلبس قلنسوة بيضاء .قال العزيزى: اسناده حسن وفيه برواية الرويانى وابن عساكر عن ابن عباس: كان يلبس القلانس تحت العمائم و بغير العمائم ويلبس العمائم بغير قلانس وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة و يلبس القلانس ذوات الآذان فى الحرب وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلى.الحديث. (تحفة الاحوذى،ص:٤٨٣، ج: ٥)

اور اس کے علاوہ ترمذی شریف کی حدیث: **عن ابى يزيد الخولانى انه سمع فضالة بن عبيد يقول سمعت عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول اللهﷺ يقول الشهداء اربعة: رجل مؤ من جيد الايمان لقى العدو فصدق اللّٰه حتى قتل، فذالك الذى يرفع الناس اليه اعينهم يوم القيامة هكذا، ورفع را سه حتى وقعت قلنسو ته فلا ادرى قلنسوة عمر اراد ام قلنسوة النبىﷺ.....الخ.** (رواه الترمذى)

اس حدیث کی تشریح میں شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند مفتی سعید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

اس حدیث سے ایک خاص فائدہ یہ حاصل ہوا کہ نبیﷺ اور حضرت عمرؓ دونوں

ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی صرف ٹوپی پہنتے تھے یعنی پگڑی کے بغیر، کیونکہ ٹوپی گرنا اسی صورت میں کہا جائے گا جب اس پر پگڑی نہ ہو، پگڑی اول تو گرتی نہیں اور اگر گرے تو اس کو پگڑی گرنا کہیں گے، ٹوپی گرنا نہیں کہیں گے۔ (تحفۃ الالمعی، ص:۵۷۶، ج:۴)

بخاری شریف میں حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ پگڑی پر بھی سجدہ کرتے تھے اور ٹوپی پر بھی، اور دوران سجدہ ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔ (مستفاد: تحفۃ القاری، ص:۲۱۹، ج:۲)

وقال الحسن كان القوم يسجدون علىٰ العمامة والقلنسوة و يداه فی كمهٖ.

وقال ابن ابی شيبة فی المصنف: حدثنا ابو اسامة عن هشام عن الحسن ان اصحاب النبی ﷺ كانوا يسجدون وايديهم فی ثيابهم ويسجد الرجل منهم على قلنسوته وعمامتهٖ و هكذا رواه عبدالرزاق فی جامعه عن هشام و ابن حسان. (تغليق التعليق على صحيح البخاری ص:۲۱۹، ج:۲)

المسالة الثانيه: سجود الرجل على كور عمامته و علىٰ قلنسوته و قد حكى الحسن عن الصحابة انهم كانوا يفعلونه. (فتح الباری شرح صحيح البخاری لا بن رجب حنبلی، ص:۳۲، ج:۳)

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

متعدد روایات میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا صرف ٹوپی

پہننا بھی مروی ہے مثلا: صحیح بخاری میں حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول تعلیقا نقل کیا گیا ہے کہ:

ان اصحاب رسول اللہﷺ کانوا یسجدون وایدیھم فی ثیابھم ویسجدالرجل منھم علٰی قلنسوته و عمامته (صحیح بخاری ، کتاب الصلاة ،باب السجود علی الثوب ص: ٥٦ ،ج:١)

مصنف عبدالرزاق میں یہ اثر موصولاً تقریباً انہی الفاظ سے مروی ہے (فتح الباری،ص۴۹۳،ج:۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ عماموں پر بھی سجدہ کر لیتے تھے اور ٹوپیوں پر بھی، ظاہر ہے کہ ٹوپی پر سجدہ کرنا اسی وقت متصور ہے جب اس کے ساتھ عمامہ نہ ہو، اگر ٹوپی عمامے کے نیچے ہوتو وہ عمامہ میں چھپ جاتی ہے، اس لئے اس پر سجدہ نہیں ہوسکتا۔ (فتاوی عثمانی، ج:۴،ص:۳۴۵)

اوراس کے علاوہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ٹوپی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ صحیح یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ٹوپی پہنتے تھے۔

ولا بأس بلبس القلانس وقد صح انهﷺ کان یلبسها، کذا فی الوجیز لکردری. (فتاوی عالمگیریه ، ص: ٣٣٠ ،ج:٥)

ولا بأس بلبس القلانس وقد صح انه علیه السلام کان یلبسها.

(فتاوی بزازیه علی هامش فتاوی عالمگیریه،ص :٣٦٨، ج:٦)

(ولا بأس بلبس القلانس) لماروی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان له قلانس یلبسهاو قد صح ذلک، ذکره فی الذخیره. (تبیین الحقائق، ص: ٢٢٨، ج:٦)

قال رحمه اللّٰہ (ولا بأس بلبس القلانس) لماروی ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان له قلانس یلبسها وقد صح ذلک، ذکرہ فی الذخیرہ.
(البحر الرائق ، ص:٣٦٢، ج: ٩)

وذکر فیه ایضاً :انه لا بأس بلبس القلانس، فقد صح انه کان لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قلانس یلبسها. (فتاوی تاتا رخانیه ، ص:١٠٦، ج:١٨)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ''ٹوپی پہننا نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے اسی بناء پر اس کو سنت کہا جائے گا''۔

اور عام حالات میں ننگے سر رہنا صالحین کے طریقوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما قال :کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم یلبس کمة بیضاء. (المعجم الأوسط ـ ٤ / ٣٤٧ ،رقم :٦١٨٣، مجمع الزوائد، ٥ / ١٢١)۔

عن عبداللّٰہ بن سوید رضی اللّٰہ عنه قال رایت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وله قلنسوۃطویلة، وقلنسوۃ لها آذان و قلنسوۃ لاطیة. (شمس الأ فاق ،١١٨ ، جامع الاحادیث ٥٥٨/٦، رقم : ١٦٨١٤) ـ

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: الشهداء اربعة الخ. وفی آخرہ :ورفع راسه حتی وقعت

قلنسوته فلا ادری قلنسوة عمر اراد ام قلنسوة النبیﷺ۔ (سنن الترمذی ، ابواب الجهاد/ باب ماجاء فی فضل الشهداء ،۱ /۲۹٤ :رقم :۱٦٤٤)۔

واعلم انهﷺ کا نت له عمامة سودا ء تسمی السحاب، وکان یلبس تحتها القلانس، جمع قلنسوة، وهی غشاه مبطن یستر به الرأس، قاله الفراء وقال غیره: هی التی تسمیها الشاشیة والعراقیه ، وروی الطبرانی وابوالشیخ والبیهقی فی شعب الایمان من حدیث ابن عمر رضی اللّٰه عنهما کان رسول اللّٰهﷺ یلبس قلنسوة ذات آذان یلبسها فی السفر وربما وضعها بین یدیه اذا صلی، واسناد ضعیف، کذافی ابی داؤد، والمصنف:"فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس" قال المصنف غریب ولیس اسناده بالقائم وروی ابن ابی شیبة :دخل مکة یوم الفتح وعلیه شقة سودا .و ان عمامته کانت سودا.(جمع الوسائل شرح الشمائل/ با ب ما جافی عمامة رسول اللّٰهﷺ، ۱/۱٦٦ مصطفی البابی الحلبی مصر) فقط واللّٰه اعلم۔(کتاب النوازل، ص: ۳٦۷، ۳٦۸،ج: ۱۵)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری ایک دوسری جگہ پر ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:''ٹوپی لگانا ہر حال میں سنن عادیہ میں سے ہے یعنی آداب لباس میں شامل ہے نماز غیر نماز سے اس کی کوئی تخصیص نہیں ، جناب رسول اللہﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے عام حالات میں سر کو ٹوپی اور عمامہ سے ڈھانپ کر رکھتے تھے،لہٰذا معلوم ہوا کہ سر کو ڈھانکنا اور ٹوپی پہننا صلحاء کے لباس میں شامل ہے''۔

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال :کان رسول اللّٰهﷺ یلبس

قلنسوة بيضاء. (مجمع الزوائد :٥ /١٢١)

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : كان رسول اللهﷺ يلبس كمة بيضاء. (المعجم الا وسط للطبرانی :٧ /١٠٥، مجمع الزوائد ،٥/ ١٢١) ۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (کتاب النوازل ، ص:٣٧٣، ٣٧٤ ،ج:١٥)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

گول ٹوپی سر سے ملی ہوئی (چپکی ہوئی) جبکہ اونچی نہ ہو، حدیث سے ثابت ہے، مگر یہ چیز سنن عادیہ میں سے ہے سنن ہدیٰ میں سے نہیں، بس جو شخص اتباع کرے گا وہ ماجور ہوگا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں کہ تارک پر ملامت کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی محمودیہ، ص:۳۰۰، ج:۱۹)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ:

ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا سنت ہے، اگر سفر وغیرہ میں ٹوپی وغیرہ نہ ہو تو بغیر ٹوپی کے نماز ادا ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، ص:۳۲۷ ج:۳)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ٹوپی پہننا مسنون ہے حضرات صحابہ کرامؓ کے سروں پر چپٹی ہوئی ٹوپیاں ہوتی تھیں۔

عن ابی سعید وهو عبداللّٰه بن بسر قال :سمعت ابا كبشة الانماری: يقول: كانت كمام اصحاب رسول اللهﷺ بطحا. (سنن

الترمذی ،باب بلا ترجمة، النسخة الهندية،ا:، ۳۰۸دارالسلام رقم :۱۷۸۲،

مشکوة المصابیح، ۲/ ۳۷٤) الخ۔(فتاوی قاسمیه، ص:٤٥٨،ج :۲۳)

حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین اعظمیؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

گول ٹوپی جو سر سے چمٹی ہوئی ہو اونچی نہ ہو افضل ہے حضرت ابی کبشہؓ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے **عن ابی کبشةؓ قال کان کمام اصحاب رسول اللہﷺ بطحا** لیکن گول ٹوپی کی فضیلت دوسری ٹوپی کے جواز کے منافی نہیں ہے لہٰذا لمبی ٹوپی پر اعتراض درست نہیں اسی طرح دیوبندی ٹوپی کو ہندوؤں کے مشابہ قرار دے کر اعتراض کرنا بالکل غلط ہے اس لئے کہ ٹوپی مسلمانوں کا شعار ہے نہ کہ ہندوؤں کا ...... الخ۔(منتخبات نظام الفتاوی،ص ۴۴۸۔۴۴۹،ج:۳)

حضرت مولانا مفتی زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی (مفتی دارالعلوم دیوبند) صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام کی عادت شریفہ عام حالات میں ٹوپی عمامہ پہننے کی تھی، کتب حدیث میں اس کی جابجا صراحت ملتی ہے چنانچہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، امام سیوطیؒ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کان والی اور حضر میں پتلی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے، عراقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ٹوپی کے باب میں یہ سب سے عمدہ سند ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم آدمی کو کرتا، عمامہ،

پائجامہ اور برانس (ایک خاص قسم کی ٹوپی) پہننے سے منع فرمایا ہے:

عن عبداللّٰہ بن عمرؓ ان رجلا قال :یا رسول اللّٰہ ما یلبس المحرم من الثیاب، قال رسول اللّٰہ ﷺ :لا یلبس القمص ولا العمائم ولا السراویلات ولاالبرانس ولا الخفاف. الخ .(بخاری رقم :٥١٤٢ ،باب ما یلبس المحرم من الثیاب)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانے میں لباس کرتا، پائجامہ، عمامہ اور ٹوپی ہوا کرتا تھا، اس لئے احرام کے وقت اس سے ممانعت فرمائی، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ٹوپی کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، جب کہ یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ بلا عذر کبھی ننگے سر نماز پڑھی ہو یا صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں برہنہ سر نماز پڑھنے کا رواج رہا ہو یا کسی نے برہنہ سر نماز ادا کی ہو، کسی ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں، اس لئے فقہاء کرامؒ نے ان احادیث اور عادت شریفہ مستمرہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ تذلل اور غایت درجہ خشوع وخضوع کی وجہ سے نہ پہنے تو مکروہ نہیں، لیکن تہاون اور سستی کی وجہ سے نہ پہننا اور اس کی عادت بنا لینا سخت مکروہ ہے، یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس کے بغیر اس کی نماز قبول نہ ہوگی، البتہ تہاون اور سستی کی صورت میں کراہت کی وجہ سے ثواب میں کمی ہوگی۔ (چند اہم عصری مسائل، ج:۱،ص:۱۷۱تا۱۷۳)

حضرت مولانا عبدالباسط صاحب زید مجدہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

بعض مفسرین نے کہا کہ لباس کی زینت میں سے سر پر ٹوپی پہننا بھی ہے۔ نیز زادالمعاد میں ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمولی پگڑی پہننے کا تھا، کبھی ٹوپی پر عمامہ مبارک باندھ

لیتے تھے اور کبھی صرف ٹوپی مبارک پہن لیا کرتے تھے۔بعض روایت میں ہیں کہ آپ ﷺ اپنی ٹوپی کے نیچے الگ سے ایک کپڑے کا ٹکڑا استعمال فرماتے تھے تاکہ سر مبارک پر لگانے والے تیل سے ٹوپی متاثر نہ ہو،اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے عام معمول میں سر پر ٹوپی ہوتی تھی ہاں البتہ اس پر کبھی کبھی پگڑی نہ ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ حضرات احناف کے یہاں ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا سنت ہے ...... الخ۔(سوال و جواب کتاب وسنت کی روشنی میں، ج:۱،ص:۲۵۱۔۲۵۲)

خلاصہ:حضرات محققین علماءکرام کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا حضور ﷺ کی سنت (عادیہ) ہےاور یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا مسلمانوں کا شعار ہے،لیکن افسوس ہے کہ مولانا غلام رسول صاحب ٹوپی پہننے کو غیر مسنون اور بچوں کے لباس میں شمار کرتے ہیں۔

لہٰذا مولانا موصوف صاحب کا ٹوپی کے مسنون ہونے سے انکار کرنا سراسر غلط ہے،اور ٹوپی پہننا جو حضور ﷺ کی سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے،اس کو بچوں کے لباس میں شمار کرنا اور اس کا مذاق اڑانا کسی ذی فہم اور باشعور مسلمان کا کام نہیں۔اللہ پاک ہر مسلمان کو دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔(امین)

والمستحب ان یصلی فی قمیص وازار وعمامۃ کی مدلل تحقیق

مولانا موصوف صاحب مزید ص (۱۰) پر لکھتے ہیں کہ:

’’ناظرین حضرات سے پوشیدہ نہ ہو کہ استحباب عمائم کیلئے قلانس پوش حضرات عموماً یہ عربی عبارت پیش کیا کرتے ہیں۔والمستحب ان یصلی فی قمیص وازار

وعمامة اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ عموماً استحباب عمائم کیلئے بس یہی عبارت ان کا مستدل بنتا ہوا دیکھا گیا ہے یہ کوئی حدیث ہے یا کسی مجتہد کا قول یا اجماع صحابہ سے ثابت ہے، حوالہ ملنے کے بعد اور سیاق وسباق دیکھنے کے بعد کوئی حتمی رائے قائم کی جاسکتی ہے، ورنہ محققین علماء سلف کی تحقیقات کے روسے تو ان کا یہ دلیل استحباب عمائم کیلئے ناکافی ہے۔ کچھ آگے جن کی بین البطلان شواہد بخوبی ملاحظہ فرماسکتے ہیں''۔

مولانا موصوف صاحب کی اس کتاب کو بغور مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ مولانا موصوف صاحب مجتہدانہ ذہن رکھتے ہیں، اس لئے کہ مولانا موصوف صاحب کا فقہاء کرام کی اس عبارت (**والمستحب ان یصلی فی قمیص و ازار و عمامة**) کے بارے میں یہ فرمانا کہ:

''بس یہی عبارت ان کا مستدل بنتا ہوا دیکھا گیا ہے یہ کوئی حدیث ہے یا کسی مجتہد کا قول یا اجماع صحابہ سے ثابت ہے، حوالہ ملنے کے بعد اور سیاق وسباق دیکھنے کے بعد کوئی حتمی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔''

یعنی یہ عبارت (**والمستحب ان یصلی فی قمیص و ازار وعمامة**) اگر کسی مجتہد کا قول یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو پھر بھی مولانا موصوف صاحب مقلد علماء وفضلاء کرام کی طرح اس کو قبول نہیں کرینگے، بلکہ اس عبارت کے سیاق وسباق دیکھنے کے بعد کوئی حتمی رائے قائم کرینگے۔ لہٰذا اگر مولانا موصوف صاحب کا یہ مجتہدانہ ذہن نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟

اوراس کے بعد مولانا موصوف صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ورنہ محققین علماء سلف کی تحقیقات کے روسے تو ان کا یہ دلیل استحباب عمائم کیلئے

ناکافی ہے، کچھ آگے جن کی بین البطلان شواہد بخوبی ملاحظہ فرماسکتے ہیں''۔

محققین علماء سلف سے مراد مولانا موصوف صاحب کا اپنی ذات ہی ہے اس لئے کہ اس کے بعد کی عبارتوں میں مولانا موصوف صاحب نے ''توضیح تلویح'' کی کچھ عبارات کو لاکر فقہاء کرام کے اس قول (**والمستحب ان یصلی فی قمیص وازار و عمامة**) کو اپنی ذاتی رائے کے مطابق باطل قرار دیا ہے، حالانکہ مولانا موصوف صاحب کا فقہاء کرام کی اس قول کو باطل قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ جن کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

والمستحب ان یصلی فی قمیص و ازار و عمامة یہ عبارت فقہاء کرام میں سے کس کا قول ہے اور اس کو فقہاء کرام میں سے کس کس نے ترجیح دی ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

قال الفقیه ابو جعفر رحمه اللّٰه : والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلاثة اثواب، قمیص و ازار وعمامة. (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج: ۱، ص: ۳۷۷)

والمستحب ان یصلی فی ثلاثة اثواب: قمیص وازار و عمامةولو صلی فی ثوب واحد یتو شح به جاز ،قال علیه الصلوة والسلام او کلکم یجدثو بین ؟ حین سئل عن الصلاة فی ثوب واحد ،وقال ابو الد رداء رضی اللّٰه عنه صلی بنا رسول اللّٰه ﷺ فی ثوب واحد متو شحا به قد خالف بین طرفیه.(الاختیار لتعلیل المختار، ج: ۱، ص: ٤٥)

المستحب ان یصلی فی ثلاثة اثواب: قمیص وازار و

عمامة.(مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر،ج:ا،ص: ۱۲۱)

والـمستـحـب لـلـرجل أن يصلی فی ثلاثة اثواب: قميص وازار وعمامة .(فتاوی تاتارخانيه، ج: ۲، ص: ۲۰۳)

والـمستـحـب ان يـصـلـی الـرجـل فی ثلاثة اثواب قميص وازار وعـمامة اما لو صلی فی ثوب واحد متو شحا به تجوز صلاته من غير كراهة. (فتاوی عالمگيريه، ج:ا، ص: ۵۹)

الـمستـحـب ان يصلی فی ثلاثة اثواب، قميص و ازار و عمامة و قـال الـزيـلـعـی والافضل ان يصلی فی ثوبين لقولهﷺ اذا كان لاحد كم ثـوبـان فـليصل فيهما، يعنی مع العمامة . (امـداد الـفتاح شرح نور الايضاح ونجاة الارواح للشر نبلا لی، ص: ۲۲۹)

الـمستـحـب ان يـصـلـی فی ثلاثة اثواب قميص وازار وعمامة . (فتاوی بزازيه علی هامش عالمگيری، ج:٤، ص: ۳۳)

والـمستـحـب أن يـصـلـی فـی ثـلاثةاثـواب قـمـيـص و ازار و عـمامة.(البحر الرائق، ج:۱، ص: ٤٦٨)

ان الـمستـحـب ان يـصـلـی فـی قـميص وازار و عـمـامة ولا يكره الاكـتـفـاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهته ذلک وكذاما اشتهـر ان الـمـؤتـم لـو كـان معتما لعمامة والامام مكتفيا علی قلنسوة يكره. (عمدةالرعاية فی حل شرح الوقايه، ج:۱، ص: ۱۹۸)

والـمستـحـب الـصـلاة فـی قميص وازار و عـمـامة. (غنية ذوی

الاحکام فی بغیة درر الحکام علی هامش دررالاحکام فی شرح غرر الاحکام، ج:۱، ص:۵۹)

لہٰذا ان تمام مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ عمامہ مبارک باندھ کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ نیز احقر نے نماز میں عمامہ مبارک پہننے کے استحباب پر فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے جتنے بھی اقوال نقل کیے ہیں۔ان حوالہ جات کے نقل کرنے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ عمامہ مبارک پہننے اور ٹوپی پہننے کا حکم یکساں ہیں، بلکہ عمامہ مبارک کا پہننا ٹوپی پہننے سے افضل ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ: عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔(کفایت المفتی ،ص:۱۶۷،ج:۹)

کیا نماز میں قمیص وازار وعمامہ کا حکم یکساں ہیں؟

مولانا موصوف صاحب مزید آگے لکھتے ہیں کہ:

جاننا چاہئے کہ استحباب عمامہ کیلئے ان کا یہ دلیل کئی وجوہات کی بناء پر درست نہیں بنتا کیونکہ اس عبارت مذکورہ **والمستحب ...... الخ** میں لفظ واؤ (عاطفہ) مقرر آیا ہے جس میں معنوی تناسب بموجب تحقیق توضیح تلویح صحیح نہیں پائی جاتی نیز **قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنو اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجو ھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برو سکم و ارجلکم الی الکعبین** کے بظاہر معارض نظر آتا ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں اعضائے ثلاثہ کے غسل اور مسح رأس کو بذریعہ واؤ عاطفہ کے

حکم فرضیت میں شریک کیا گیا ہے اور ثبوت میں بھی معطوف علیہ کی طرح معطوف بھی یکساں ہوتا ہے، چنانچہ مسلم محقق صاحب توضیح تلویح نے واؤ عاطفہ کے بحث میں توضیح کے (ص:۳۴۸ ج:۱) میں اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں، **الواو لمطلق العطف ای جمع الامرین وتشریکھما فی الثبوت ......او فی حکم ولا یدل علیٰ المعیت والمقارنۃ .**

لہٰذا اس تحقیق کے پیش نظر واو عاطفہ کی تقاضہ تو یہ ہے کہ وہ جمع بین الامرین والے معنی کیلئے ہی آتا ہے یعنی اس کی معطوف معطوف علیہ کے ثبوت یا حکم میں برابر کا شریک ہوتا ہے جیسا کہ **قولہ تعالیٰ: فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الیٰ المرافق و امسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین** میں ہے۔ یعنی وضو کرنے کے وقت جس طرح غسل ''وجہ'' جو معطوف علیہ ہے، فرض ہے اسی طرح غسل ید و رجل اور مسح سر جو معطوفات میں سے ہیں سب کے سب فرضیت میں یکساں ہیں بلا لحاظ تقدم و تأخر کے ۔لہٰذا بخلاف ان کے استدلال عمامہ والی عبارت **والمستحب ان یصلی فی قمیص وازار وعمامۃ** کے جواس میں مذکورہ تحقیق توضیح تلویح کے مطابق واو عاطفہ کی وضاحت اور اس کی مثال آیت کریمہ کی طرح درست نہیں ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ قلانس پوشوں کی یہ عبارت اختراعی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس میں کسی قسم کی کوئی شرکت حکم یا ثبوت والی معنی نہیں پائی جاتی ۔یعنی ان تینوں لباسوں کی حکم جدا گانہ ہے ان میں آخری معطوف جو عمامہ ہے وہ تو بقول ان قلانس والوں کے مستحب رہا اور اس کی معطوف علیہ جو ازار ہے وہ تو ہوا فرض باقی رہا قمیص اس کا پہننا تو صرف مستحسن ہی ہوسکتا ہے۔ بصورت مجبوری یہ بھی ضروری نہیں، بہر حال ان کے استدلال میں ہر ایک کی جدا گانہ حیثیت رہا حالانکہ ان میں

بھی واو عاطفہ موجود ہے اس میں متقدمہ تفصیل ،توضیح والی واو عاطفہ کی کیوں نہیں پائی جاتی ،لہٰذا اس سے استدلال استحباب عمامہ کس طرح درست ہوسکتا ہے۔(حسن العمائم کطلوع الغمائم ،ص:۱۰۔۱۱)

افسوس ہے کہ مولانا موصوف صاحب نے یہاں پر بھی اپنی ذاتی رائے کوترجیح اورفقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارت **والمستحب ان یصلی فی قمیص و ازار و عمامة** کو باطل قرار دینے کیلئے چوٹی کا زورلگایا ہے۔مولانا موصوف صاحب نے قمیص و ازار وعمامہ کے حکم کو جداگانہ بیان کر کے صریح غلطی کی ہے۔اس لئے کہ اس عبارت میں قمیص جو کہ معطوف علیہ ہے،اس کا حکم استحباب کا ہے اوراس کے علاوہ ازار جو کہ معطوف علیہ ہے۔معطوف کا جو کہ عمامہ ہے ان دونوں (ازار وعمامہ) کا حکم بھی استحباب کا ہے اور یہ دونوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر معطوف ہوئے۔معطوف علیہ کا جو کہ قمیص ہے لہٰذا ان تینوں (قمیص وازار وعمامہ) کا حکم استحباب کا ہوا گویا کہ یہ تینوں حکم میں بھی یکساں ہوئے، نہ کہ جداگانہ۔مولانا موصوف صاحب کا قمیص وازار وعمامہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان تینوں لباسوں کی حکم جداگانہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا موصوف صاحب نے ازار کو فرض کہا ہے حالانکہ ازار فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔البتہ حنفیہ کے نزدیک سترعورۃ فرض ہے۔جیسا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے۔

فرائض الصلاة نوعان: احد هماقبل الشروع فيها، وانها كثيرة فمن جملتها،ستر عورة .(الفتاوی التاتارخانیہ، ج:۲،ص:۲۱)

اورفقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک لمبا سا کپڑا ہو اور وہ شخص اس کپڑے کا کچھ حصہ اپنے سر پر اور کچھ حصہ اپنے کندھوں پر اور

بقیہ حصہ تمام بدن پر ڈال دے اور اسی حالت میں نماز پڑھے تو اس شخص کی نماز بلا کراہت درست ہے۔

قال نجم الدین فی کتاب الخصائل: قلت لشیخ الا سلام ان محمداً یقول فی الکتاب لابأس بان یصلی فی ثوب واحد متو شحابه، و قال مراد محمد ان یکون ثوبا طویلا یتو شح به فیجعل بعضه علی راسه و بعضه علی منکبیه و علی کل موضع من بدنه. (المحیط البرھانی، ج:۱ ، ص:۳۷۷)

لہٰذا مذکورہ بالاعبارت سے یہ بات بالکل واضح ہوئی کہ نماز پڑھنے کیلئے نہ قمیص شرط ہے اور نہ کہ ازار وعمامہ، بلکہ اگر لمبا سا کپڑا ہو جس سے بدن کو چھپایا جا سکے تو اس سے بھی نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

لہٰذا ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کی عبارت **والمستحب ان یصلی فی قمیص و ازار و عمامة** صاحب توضیح تلویح کی تحقیق کے عین مطابق ہے۔

آخر میں احقر کی طرف سے مولانا موصوف صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ انہوں نے ازار کو فرض کہا ہے یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ ازار فرض ہے؟ کیا یہ کسی مجتہد کا قول ہے یا ان حضرت (مولانا موصوف) کا اپنا ذاتی رائے؟

تارک عمامہ کو ملامت کرنا جائز نہیں

مولانا موصوف صاحب مزید ص۱۲ پر لکھتے ہیں:

''ہمارے فضلاء کرام اور متعلمین کی اکثری مشاغل اور نمازوں کے اوقات میں بھی خصوصاً مساجد اللہ سے آتے جاتے وقت بڑے شہروں میں تو ٹو پی پوش فقیری نما لشکروں

کی تماشا دیکھی جا رہی ہوتی ہے۔ جن میں بمشکل کوئی عمامہ والا پایا جاتا ہو، سنت نبوی ﷺ عمامہ سے اتنی بیزار بن کر حوض نبی ﷺ پر حاضر ہونے کے وقت ملامت ہونے سے کیوں ڈرتے نہیں؟۔‘‘

مولانا موصوف صاحب کی اس عبارت پر اگر غور کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ مبارک کا پہننا ان حضرت (مولانا موصوف صاحب) کے نزدیک ضروری ہے ،حالانکہ عمامہ مبارک کا پہننا سنن زوائد میں سے ہے، لہٰذا مولانا موصوف صاحب ہی کو اللہ جل جلالہ سے ڈرنا چاہئے کہ ایک سنت زائدہ (عمامہ) کو، جس کا درجہ استحباب کا ہے ضروری اور واجب کا درجہ دے رہے ہیں۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا بلاشبہ جائز ہے کوئی حدیث یا فقہ کی عبارت ایسی نہیں جو یہ ثابت کرے کہ بغیر عمامہ کے امامت کرنا جائز نہیں، عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل تو ہے مگر بغیر عمامہ کے امامت کرنا مکروہ نہیں، کراہت ایک امر شرعی ہے جس کیلئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے، جو لوگ بغیر کسی دلیل کے کسی بات کو مکروہ قرار دیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے۔ (کفایۃ المفتی، ص:۱۱۵، ج:۳)

(تنبیہ): تارک عمامہ کو ملامت نہیں کرنی چاہئے لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ عمامہ مبارک نہیں باندھنا چاہئے یا عمامہ مبارک باندھنے کی لوگوں کو ترغیب نہیں دینی چاہئے۔ بلکہ حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کیلئے ہر مسلمان کو دل و جان سے خود بھی تیار ہونا چاہئے اور بڑھ چڑھ کر دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہئے۔ لہٰذا مسلمانوں

کی شان اور عشق رسول ﷺ کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنے محبوب نبی ﷺ کی ہر سنت کو اپنے سینے سے لگا کر اس پر عمل کریں۔

اللہ پاک تمام مسلمانوں کو حقیقی عشق رسول ﷺ عطاء فرمائے۔(آمین)

کتاب جدید مسائل اوران کا شرعی حل کے مؤلف پر اعتراض کا جواب

مولانا موصوف صاحب اپنی کتاب حسن العمائم کطلوع الغمائم کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ:

''باوجود عمامہ مسنونہ کے دلائل واضحہ کے موجود ہونے کے پھر بھی عمامہ کے مستحب ہونے پر زور لگانا اور کتاب جدید مسائل اوران کا شرعی حل والے کا مذکورہ صفحوں میں بے جان دلائل پیش کر کے عمامہ کو مستحب تصور کر کے ٹوپی پوشی پر گزارہ کرنا بہت زیادتی نہ ہوگی''؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عمامہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ لیکن مولانا موصوف صاحب نے یہاں پر یہ وضاحت نہیں کی ہے کہ عمامہ مبارک سنن ہدی میں سے ہے یا سنن زائدہ میں سے۔لہٰذا عمامہ مبارک سنن زائدہ (سنن عادیہ) میں سے ہے اور اس کا درجہ استحباب کا ہے۔

مولانا موصوف صاحب کا کتاب جدید مسائل اور انکا شرعی حل کے مؤلف پر اعتراض کرنا کہ انہوں نے بے جان دلائل پیش کر کے عمامہ کو مستحب کہا ہے، مولانا موصوف صاحب کا یہ اعتراض سراسر غلط ہے۔اس لئے کہ عمامہ مبارک کو مستحب صرف کتاب جدید مسائل اور انکا شرعی حل کے مؤلف نے نہیں کہا ہے، بلکہ یہ فقہاء احناف رحمہم اللہ کا قول ہے

اورا کا برین علماء دیوبند رحمہم اللہ کی بھی یہی رائے ہیں۔ نیز فقہاء ائمہ ثلاثہ (امام مالک وامام محمد بن ادریس وامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا بھی یہی مسلک ہے۔ (کما سیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ)

مولانا نصیب اللہ صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

عمامہ پہننا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔اس لئے عمامہ باندھنا مسنون ہے۔ البتہ یہ سنت زائدہ ہے جس کا درجہ مستحب کا ہے اور یہ لباس کی سنت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اتباع سنت کی نیت سے عمامہ باندھے تو بلاشبہ موجب ثواب ہے اور اگر کوئی نہ باندھے تو کوئی گناہ نہیں...الخ.(تسہیل الحقائق ۶۷۵/ ج:۲)

لہٰذا ان تفصیلات کے باوجود مولانا موصوف صاحب کا استحباب عمامہ کے دلائل کو بے جان دلائل کہنا قطعاً غلط ہے۔ اور اس کے علاوہ مولانا موصوف صاحب کا یہ کہنا بھی درست نہیں:

’’عمامہ کو مستحب تصور کر کے ٹوپی پوشی پر گزارہ کرنا بہت زیادتی نہ ہوگی؟‘‘

اس لیے کہ عمامہ کا درجہ استحباب کا ہے اور مستحب پر عمل کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے (اگرچہ مستحب پر عمل کرنا اولیٰ ہے)۔ لہٰذا اگر کوئی شخص عمامہ مبارک نہ پہنے بلکہ صرف ٹوپی پہننے پر اکتفاء کرے تو یہ نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کوئی زیادتی۔

مولانا موصوف صاحب کی صریح غلطی

مولانا موصوف صاحب مزید ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ:

’’چنانچہ سنت کی تعریف میں علامہ ابن عابدین شامیؒ نے صفحہ ۲۳۱ ج ۱ پر سنتہ کے ذیل میں فرمایا:

''**لان كل سنة مستقلة بدليل و حكم و حكمهاما يو جر على فعله و يلام على تر كها**''لہٰذا عمامہ مسنونہ کا ترک کرنا اس سنت محترمہ کی بے قدری نہ ہوگی؟''

مولانا موصوف صاحب نے یہاں پر جو عبارت نقل کر کے اسے علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی ہے یہ مولانا موصوف صاحب نے صریح غلطی کی ہے۔اس لیے کہ یہ عبارت علامہ شامیؒ کی نہیں ہے بلکہ یہ عبارت ''صاحب در مختار'' علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے،لہٰذا درمختار کی مکمل عبارت یہ ہے۔

''**وسننه أفادانه لاواجب للوضوء ولا للغسل والالقدمه، وجمعها، لان كل سنة مستقلة بدليل وحكم ،وحكمها مايوجر على فعله و يلام علىٰ تركه** .(در مختار مع رد المختار،ج: ۱،ص۲۱۸تا ۲۲۰)

البتہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''سننه'' کے ذیل میں یوں لکھا ہے:

''**قوله :(و سننه الخ) اعلم ان المشروعات اربعة اقسام: فرض و واجب، و سنة، ونفل، فماكان فعله اولٰى من تركه مع منع الترك ان ثبت بدليل قطعي ففرض او بظني فواجب، وبلا منع الترك ان كان مما واظب عليه الرسول ﷺ او الخلفاء الراشدون من بعده فسنة، والا فمندوب و نفل** ''.(رد المحتار على درالمختار،ج : ۱، ص:۲۱۸)

سنن کی اقسام

مولانا موصوف صاحب مزید ص۱۳ پر لکھتے ہیں کہ:

''اور ص۲۳۰ ج ا میں بھی سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' ''**وبلا منع**

الترک ان کان مما واظب علیه الرسول صلی اللّٰه علیه و سلم والخلفاء الراشدون من بعده فسنة'' اور پھر ص۲۳۲ ج:۱پر لکھتے ہیں کہ ''حکم السنة ان یندب الی تحصیلها ویلام علی ترکهامع لحوق اثم یسیر'' باوجود ایسے وجوہات سنیت عمامہ کے ہوتے ہوئے اصرار علی القلانس کرنا سنت عمامہ کی نظر اندازی پر جسارت کرتے رہنا، نہایت متجاہلانہ اقدام نہ ہوگا؟ اور آگے ص۲۳۳ ج:۱ میں لکھتے ہیں لکنه تعریف لمطلقها ای لمطلق السنة الشامل لقسمیها وهما السنة المؤکدة المسماة سنة الهدیٰ وغیر المؤکدة المسماة سنة الزوائد واما المستحب المرادف للنفل والمندوب وهو قسیم لها لا قسم منها اور سنیت عمامہ کے مزید وضاحت اس ذیل والے عبارت سے معلوم ہوگی چنانچہ لکھتے ہیں والذی ظهر للعبد الضعیف ان السنة ما واظب النبی ﷺ لکن ان کانت (المواظبة) لامع الترک فهی دلیل السنیة المؤکدة وان کانت (المواظبة) مع الترک احیانا فهی دلیل غیر المؤکدة (ص:۲۳۳، ج:۱، ط رشیدیہ)''۔

مولانا موصوف صاحب نے یہاں پر جتنے بھی عبارات ''ردالمحتار'' سے نقل کیں ہیں ان عبارتوں میں سے کسی بھی عبارت سے یہ بات واضح نہیں ہوتی ہے کہ عمامہ مبارک سنت ہدی میں سے ہے یا سنت زائدہ میں سے، اور نہ ہی ان عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عمامہ مبارک کا تارک لاحق ملامت ہے۔

حالانکہ مولانا موصوف صاحب کو چاہئے تھا کہ سنن کی اقسام کو بیان فرمانے کے بعد وضاحت کے ساتھ یہ ثابت فرما دیتے کہ عمامہ مبارک کا شمار سنن کے کن اقسام کے ساتھ ہے اور شریعت میں سنن کے اس قسم کا کیا حکم ہے جس میں عمامہ مبارک کا شمار ہے۔

لہٰذا سنت دو قسم پر ہے (اول) سنت ہدیٰ (ثانی) سنت زائدہ۔

سنت ہدیٰ! اس کو سنت مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے اس کا تارک قابل ملامت ہے اور اس پر بطریق عبادت دوام ہوتا ہے، سنن ہدیٰ کی مثال: جیسے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، آذان و اقامت کہنا وغیرہ۔

سنت زائدہ: یہ وہ سنت ہے جس پر آپ ﷺ نے بطریق عادت دوام رکھا ہو، علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت زائدہ اس سلسلے میں مستحب کے برابر ہے کہ اس کے فاعل (سنت زائدہ پر عمل کرنے والا) کو ثواب ملتا ہے اور سنت زائدہ کے تارک کو ملامت نہیں کی جاتی، سنت زائدہ کی مثال: جیسے، حضور ﷺ کا لباس اور اٹھنا بیٹھنا، وغیرہ (مستفاد: السقایۃ علی شرح الوقایہ)۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے مواظبت کے ساتھ عمامہ مبارک زیب تن فرمایا ہے لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور ﷺ کے لباس مبارک کو سنت زائدہ میں شمار کیا ہے، اسی طرح عمامہ مبارک کو بھی سنت زائدہ میں شمار کیا ہے اور مولانا غلام رسول صاحب بھی اس کا اقرار فرماتے ہیں کہ عمامہ مبارک حضور ﷺ کے لباس کا ایک اہم جزو ہے، مولانا موصوف صاحب حسن العمائم کطلوع الغمائم کے ص (۵۹) پر مفتی عبدالمعبود صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''آنخضرت ﷺ کے لباس کا ایک اہم جزو عمامہ بھی تھی جو اسلامی تہذیب کا شاہ کار اور اسلامی تشخیص کو اجاگر کرتا تھا''۔

لہٰذا جس طرح فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لباس نبوی ﷺ کو سنت زائدہ میں شمار کیا ہے تو عمامہ مبارک بھی بطریق اولیٰ سنت زائدہ میں سے ہے۔ اس لئے کہ عمامہ

مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ایک اہم جزو ہے،لہٰذا جو حکم کُل (لباس) کا ہوگا وہی حکم جزو (عمامہ) کا بھی ہوگا۔

”ان ما واظب علیہ الرسول علی قسمین احد ھما سنة الھدی و یقال لھا السنة المؤ کدة وھی التی یلام تارکھا وھی انما تکون بالمواظبة علی وجہ العبادةوثانیھما السنة الزائدہ وھی التی واظب علیھا علی سبیل العادة وھی تساوی الاستحباب فی انہ یثاب فاعلھا ولا یلام تارکھا “..الخ .

(عمدة الرعایہ فی حل شرح الوقایہ، ج:١، ص: ٦٨)

”والمواظبة دلیل السنیة وخلا ف السنة مکروہ، ان المواظبة النبویہ التی وھی دلیل السنة، وانما ھی المواظبة فی باب العبادات دون العادات کما فی شرح الوقایہ وغیرہ و مواظبتہ علی العمامة من قبیل الثانی ، فلا یکون ترکہ مکروھاً ، نعم یکون الاولیٰ الاقتداء بہ. (نفع المفتی والسائل، ص: ١١٣)۔

والسنة نوعان: سنة الھدی وترکھا یو جب اساء ة وکراھیة کالجماعة والآذان والاقامة و نحوھا .

وسنة الزوائد و ترکھا لا یو جب ذلک کسیر النبی علیہ الصلاۃ والسلام فی لباسہ و قیامہ وقعودہ .

والنفل و منہ المندوب یثاب فاعلہ ولا یسی ء تارکہ، قیل وھودون سنن الزوائد، و یرد علیہ ان النفل من العبادات و سنن الزوائد من العادات ......الخ.

اقول: فلا فرق بين النفل و سنن الزوائد من حيث الحكم لانه لا يكره ترك كل منهما وانما الفرق كون الاؤل من العبادات و الثانى من العادات ...... **الخ**.(رد المحتار علی الدر المختار، ج:ا،۲۱۸)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’اولاً یہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنن ھدی (۲) سنن زوائد۔

ان میں سے سنن ھدیٰ یعنی عبادات وغیرہ سے متعلق مؤکدہ سنتوں کا ترک موجب مواخذہ ہے اسی ذیل میں وہ سنتیں بھی آتی ہیں جن کی تاکید خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور جو مذہبی شعار کی حیثیت رکھتی ہیں، مثلاً داڑھی بڑھانا، موچھیں کترنا وغیرہ لیکن سنن زوائد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس وغیرہ سے متعلق سنتیں استحباب کے درجہ کی ہیں ان کو اختیار کرنا بہتر ہے، لیکن ان کے ترک پر نکیر نہیں کی جائے گی......الخ۔

انہی سنن زوائد میں سر ڈھانکنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فی الجملہ تین طرح کی سنتوں کا ثبوت ہے (۱) ٹوپی کے ساتھ عمامہ (۲) صرف عمامہ (۳) صرف ٹوپی، علامہ ابن القیم الجوزیؒ زادالمعاد میں لکھتے ہیں:

وكان يلبسها و يلبس تحتها القلنسوة و كان يلبس القلنسوة بغير عمامة و يلبس العمامة بغير قلنسوة.(زاد المعاد،۱/۱۳۵)

نیز مسند احمد کی روایت:

ورفع رسول اللّٰہ ﷺ رأسہ حتی وقعت قلنسوتہ او قلنسوۃ عمر رضی اللّٰہ عنہ (المسند للامام احمد بن حنبل ۱/ ۲۲) سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی صرف ٹوپی بھی اوڑھا کرتے ہیں...عمامہ کی ترویج وترغیب دینے کی اجازت ہے لیکن اسے واجب یالازمی نہ قرار دیا جائے اور نہ زیادہ تشدد کیا جائے اور جو عمامہ نہ پہنے اس کی تحقیر نہ کی جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(کتاب النوازل،ج:۱۵،ص:۳۸۶،۳۸۷)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عمامہ پہننا سنت مستحبہ ہے،اور یہ صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ، بلکہ ایک مستقل سنت ہے اور ہمیشہ کی سنت ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل،ج:۳،ص:۱۰۰)

رومال کوعمامہ کے طور پر باندھنے سے بھی عمامہ کی سنت ادا ہوجائے گی

مولانا موصوف صاحب ص(۱۷)پر لکھتے ہیں کہ:

’’لہٰذا بجز عمامہ پوشی کے قلانس اور مستعمل رومالوں کو ادعائی عمامہ بنانے کی گنجائش نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں عمامہ مسنونہ کی قائم مقام بھی ہوسکتی ہیں۔کیونکہ جب رومال سر پر باندھنے والا شخص خود اقرار کرتا ہے کہ یہ میرا رومال ہے یعنی پگڑی نہیں جس سے چادر کا کام لیتا ہوں اور سر پر بھی باندھتا ہوں تو باقی کون گواہی دے گا کہ یہ ان کا سر پر باندھا ہوا رومال اور چادریں بھی عمامہ ہوسکتے ہیں جب کہ گز دوگز والا رومال وغیرہ عمامہ نہیں ہوا کرتا تو

اس سے ثواب عمائم کس طرح حاصل ہو سکے گی‘‘۔

مولانا موصوف صاحب رومالوں کے بارے میں مزید ص۲۹ پر لکھتے ہیں:

اور نہ ہی یہ رومالیں قائم مقام عمائم بن کر واردشدہ احادیث والی ثواب موعودہ سبعین والی کی مصداق بن سکتی ہیں۔لہٰذا آئمہ آخوندزادے اور فضلاء حضرات کو چاہئے کہ کم ازکم نمازوں کے وقت ان رومالوں کو جعلی عمامے بنا کر دوسرں کو نہ الجھائیں کہ یہ رومالیں بھی تو عمائم بن کر ثواب عمامہ کے حصول کی کام دے سکتی ہیں۔**بل لا یستو یان عنداللّٰہ و عند رسوله صلی اللّٰه علیه و سلم** یعنی عمائم اور رومال ہرگز برابر نہیں‘‘۔

مولانا موصوف صاحب کی ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان حضرت (مولانا غلام رسول صاحب) کے نزدیک رومال وغیرہ جو سر پر باندھا جاتا ہے یہ عمامہ کے حکم میں نہیں ہے اور نہ ہی عمامہ کا ثواب اس سے حاصل ہوتا ہے،مولانا موصوف صاحب نے یہاں پر اپنی ذاتی رائے تو قائم کردی،لیکن اپنی اس ذاتی رائے پر کوئی معتبر حوالہ پیش نہ کر سکا اور بغیر کسی معتبر حوالہ کے مولانا موصوف صاحب کی اس رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے ’’جمع الوسائل‘‘ میں علامہ میرک شاہ رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

ترجمۃ الباب میں عمامہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سر پر باندھا جاتا ہے چاہے وہ خود کے نیچے ہو، یا اوپر ٹوپی کے اوپر باندھا جانے والا یا بغیر ٹوپی کے،حتی کہ مریض کے سر پر باندھا جانے والا کپڑا بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔

العمامة قد تطلق علی المغفر و البیضة، علی مافی القاموس، قال

میرک رحمه اللّٰه: و المراد بهافی ترجمة الباب، کل ما یعقد علی الرأس سواء کان تحت المغفر او فوقه او ما یشد علی القلنسوة او غیرها وما یشد علی رأس المریض. (مستفاد، عمامه کی شرعی حیثیت، ص:١٤)

شیخ ابراھیم بیجوری رحمہ اللہ نے عمامہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ:

"والعمامة، کل مایلف علی الرأ س لکن المراد منها ما عدا المغفر بقرینة تقدم ذکره".

عمامہ ہر وہ چیز ہے جو سر پر باندھی جاتی ہے لیکن اس باب سے خود خارج ہو گیا اس لئے کہ خود کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا ہے۔(عمامہ کی شرعی حیثیت،ص:۱۵)

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے عمامہ کی تعریف میں لکھا ہے:

"**العمامه (بکسرالعین) ما یعتم به فوق الرأس** (العمامہ عین کے کسرہ کے ساتھ ہر اس چیز کو جو سر کے اوپر بطور پگڑی کے لپٹی جائے) کو کہتے ہیں"۔(شرح شمائل ترمذی،ص:۴۸۹،ج:۱)

اوراس کے علاوہ اہل لغت حضرات نے بھی عمامہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ عمامہ ہر وہ چیز ہے جو سر پر لپیٹی جائے۔نیز (عمامہ) عین کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔

"**(و) الا صل فیها (ما یلف علی الرأس)**"۔(تاج العروس، ج: ٣٣، ص:١٤٧)

"**والعمامة: وفتح العین غلط، ما یلف علی الرأس و قیل للمغفروالبیضة**". (معجم متن اللغة، ج: ٤، ص:٢١١)

"**و العمامة بالکسر: المغفر و البیضة، و ما یلف علی الرأس**".

(ترتيب القاموس المحيط، ج :٣، ص :٣١٥)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری لکھتے ہیں کہ:

''عمامہ کے لیے کوئی خاص کپڑا یا ہیئت لازم نہیں ہے، لہٰذا رومال وغیرہ کو عمامہ کی طرح باندھ لینے سے بھی عمامہ کی سنت ادا ہوجائے گی۔

العمامة لغة: اللباس الذی یلاف (یلف) علی الرأس تکویراً......

ولا یخرج المعنی الا صلاحی عن المعنی اللغوی. (الموسوعة الفقهية، ٣٠/٣٠٠، كويت)

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم خطب الناس و علیه عصابة د سماء. (الشمائل المحمدیه / باب جاء فی عمامة رسول الله صلی الله علیه و سلم: ص: ٥٢ رقم : ١١٨، المكتبة الاسلامية داكا بنغلا ديش)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم دخل مكة يوم الفتح و عليه شقة سوداء. (المصنف لا بن ابی شیبه، ١٢/ ٥٤٠، رقم :٢٥٤٦٦، بيروت)

عن ابی صخرة قال: رایت علی عبد الرحمٰن بن یزید عصابة سوداء. (المصنف لا بن ابی شیبه ١٢/ ٥٤٠: رقم: ٢٥٤٦١، بيروت) فقط و اللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔ (كتاب النوازل ، ج: ١٥، ص:٣٨٣، ٣٨٤)

مفتی اعظم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک مفتی محمد فرید صاحب نوراللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’ نیز واضح رہے کہ عمامہ ہر وہ کپڑا ہوتا ہے جو کہ سر پیچیدہ کیا جائے کمافی ’’**التعلیق المجد** ‘‘اور یہ معنی رومال میں بھی موجود ہے لہٰذا لغت عربی کی رو سے یہ عمامہ ہوگا اگر چہ ہماری لغت میں اسے عمامہ نہیں کہا جاتا ہے اور چونکہ عمامہ کیلئے شرعا کوئی مقدار مقرر نہیں ہے لہٰذا رومال کے صغر سے کوئی نقص لازم نہ ہوگا البتہ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا عمامہ سات شرعی گز تھا اور بڑا عمامہ بارہ شرعی گز تھا۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس خاص مقدار سے کم وبیش عمامہ مسنون نہ ہوگا’’**کما فی الرداء و الازار فافهم.**‘‘(فتاوی فریدیہ،ج:۲،ص:۲۸۹)۔

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’تولیہ ورومال ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں ہے یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا اور نماز اس سے مکروہ نہ ہوگی بلکہ اطلاق عمامہ کا اس پر آوے گا اور باندھنے والا مستحق ثواب ہوگا...الخ.

(فتاوی دارالعلوم دیوبند،ج:۴،ص:۸۸/ مسائل رفعت قاسمی حصہ مسائل نماز،ج:۲،ص:۵۳)

مولانا محمد عمر فاروق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’رومال سے عمامہ باندھنے سے بھی عمامہ کی سنت ادا ہوجائے گی۔‘‘(آسان فقہی مسائل،ص:۵۲۰)

مولانا عزیز احمد مفتاحی قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’عمامہ کے لیے لمبا چوڑا کپڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی کئی پھیروں کی ضرورت ہے۔قاضی شریح کو ایک پھیرے میں عمامہ پہنتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔‘‘

عن اسماعیل بن خالد رحمه الله قال رأیت شریحاً یعتم بکور واحد.

حضرت اسماعیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شریح رحمہ اللہ کو عمامہ پہنے دیکھا وہ ایک پھرے میں تھا۔

عمامہ کیلئے کپڑا ہونا بھی ضروری نہیں ہے کپڑے کی جگہ اس جیسی پٹی یا اس طرح کی کوئی بھی شیء باندھ لینے سے بھی عمامہ کی سنت ادا ہو جائے گی''۔(عمامہ کی شرعی حیثیت، ص:۹۲،۹۳)

لہٰذا ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ اگر رومال وغیرہ عمامہ کے طور پر سر پر لپیٹا جائے تو اس سے عمامہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے

مولانا موصوف صاحب ص (۱۸) پر لکھتے ہیں کہ:

چنانچہ مولانا عبدالبصیر خراسانی نے اپنی کتاب **شآبیب الغمامه فی مسئلة تحقیق العمامه** کے ص (۷۶) میں لکھا ہے کہ کہ نمازوں میں ٹوپی پوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں اور قلنسوۃ پوشی کی تردید میں یوں لکھتے ہیں کہ "**هل صلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مع القلنسوة وحدهادون العمامة ام لا:؟ فالجواب انه لم یقدر لی الا طلاع علی حدیث او اثر یدل علی انه ﷺ صلی مع القلنسوة بدون العمامة فمن ادعی الثبوت فعلیه البیان بالبرهان (۷۶)**۔

لہٰذا عمامہ باندھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن مبارکہ میں سے ایک سنت ہے جس کو بلا کسی سخت مجبوری کے قصداً ترک کرنا سوا بے وفائی یا اظہار جبانت کے اور کچھ نہیں ہوگا''۔

اگر بالفرض صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، تو پھر بھی اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلا جائے گا کہ صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں اس لئے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے (کمامر) اوراس کے علاوہ مولانا موصوف صاحب کا یہ کہنا سراسر ہے کہ: ''بلا کسی سخت مجبوری کے قصداً ترک کرنا سوا بے وفائی یا اظہار جبانت کے اور کچھ نہیں ہوگا''۔ اس لئے کہ اگر بلا کسی سخت مجبوری کے عمامہ پہننے کو قصداً ترک کرنا بے وفائی ہے تو پھر کیا (العیاذ باللہ) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے صرف ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کی ہے؟

لہٰذا بلا کسی عذر کے ترک عمامہ نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی ہے اور نہ ہی اظہار جبانت۔ اس لئے کہ اگر بلا کسی عذر کے ترک عمامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز صرف ٹوپی پہن کر نماز ادا نہ کرتے، بلکہ ہمیشہ عمامہ مبارک باندھ کر نماز ادا فرماتے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

''بدگویند بدگفتند بدیست، جو شخص عمامہ نہ پہنے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس کو برا سمجھنا برا کہنا یا اس پر نکیر کرنا خود منکر ہے اور برا ہے، اصول یہ ہے کہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود منکر ہے یعنی جو چیز شرعاً منکر نہیں ہے، اس پر دینی نقطہ نظر سے نکیر کرنا خود منکر ہے۔'' عمامہ'' پہننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لیکن واجب نہیں بلکہ سنن زوائد میں سے ہے۔ لہٰذا جو شخص عمامہ پہنتا ہے، انشاء اللہ اس کو اجر وثواب ملے گا، اور اگر کوئی شخص نہیں پہنتا تو

کوئی گناہ نہیں اور کراہت بھی نہیں اور نہ پہننا مباح ہے شریعت نے اس کو لازم نہیں کیا ۔اس کام کو لازم سمجھنا اور جو آدمی اس کام کو نہ کرے اس پر نکیر کرنا یہ خود منکر اور بدعت ہے اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے لازم نہیں کیا تو تم کہاں سے خدائی فوجدار آ گئے ہو اور اس کو لازم کر رہے ہو"۔(تقریر ترمذی، ج:۲،ص:۳۳۲،۳۳۳)

لہٰذا شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی اس تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ عمامہ مبارک کا پہننا سنت زائدہ ہے اور نہ پہننا مباح ہے اور نہ پہننے والے پر نکیر کرنا خود منکر اور بدعت ہے۔

عمامہ مبارک باندھ کر نماز پڑھنا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے افضل ہے

مولانا موصوف صاحب ص(۱۹) پر لکھتے ہیں کہ:

"افسوس تو اس پر ہے کہ اس وقت تک عمامہ مبارکہ کی فضیلت اور سنیت کے بارے میں ترجیحی بنیادوں پر کسی اہل فضل و دانش حضرات سے کوئی تسلی بخش بحث اور قول نہیں گزرا کہ جس سے عمائم پوشی ہی کی ترجیح ہوتا ہو"۔

مولانا موصوف صاحب کی اس عبارت کو مطالعہ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف صاحب اپنے اکابرین کی کتابوں سے بالکل بے خبر ہے اس لئے کہ اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے یہ بات بالکل واضح معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے عمامہ پہننے کو ترجیح دی ہے اور عمامہ مبارک پہننے کو ہی افضل واحسن کہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ٹوپی سے نماز پڑھنا نیز امامت کرنا جائز ہے، البتہ پگڑی سے نماز و امامت افضل ہے اور افضل پر عمل بہتر ہے لیکن اگر وہ پگڑی ہونے کے باوجود ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے تو امام ایک جائز پر عمل کرنے کی وجہ سے مستحق اعتراض نہیں ہے اور مقتدیوں کو بار بار کہنا اور پگڑی سے امامت کرانے پر اصرار کرنا، اس کے خلاف استفتاء حاصل کرنا اور پھر اس کے ذریعہ سے اسے پہننے پر مجبور کرنا اور نہ پہننے پر ملامت کرنا ایک خلاف اولیٰ پر ہرگز جائز نہیں امام کا احترام اس سے زیادہ ہے''۔ (فتاوی مفتی محمود، ج:۲،ص:۲۷۷،۲۷۸)

مفتی محمود نور اللہ مرقدہٗ کے اس فتوی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے اور پڑھانے کے مقابلے میں پگڑی باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا افضل ہے، اور اس کے علاوہ مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوی سے ایک خاص فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جو لوگ علماء وفضلاء کرام پر عمامہ نہ پہننے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں، ان کا یہ اعتراض قطعاً غلط ہے۔

قطب الاقطاب فقیہ النفس سرتاج دیوبند حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

بلا عمامہ امامت کرنا درست بلا کراہت کے ہے اگر چہ عمامہ پاس رکھا ہو البتہ عمامہ سے ثواب زیادہ ہے فقط واللہ اعلم۔ (فتاوی رشیدیہ،ص:۳۴۷)

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

عمامہ کے ساتھ نماز افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے لیکن بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا یا پڑھانا بھی جائز ہے......الخ۔ (کفایۃ المفتی، ج:۳،ص:۹۵)

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیزالرحمٰن عثمانی صاحب نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ:

امامت ساتھ عمامہ کے افضل واحسن ومستحب ہے لیکن صرف ٹوپی سے بلا عمامہ کے مکروہ نہیں ہے کما فی شرح المنیہ الکبیر والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب ازار و قمیص و عمامہ و لوصلی فی ثوب واحد متو شحاً بہ جمیع بدنہ کما یفعلہ القصار فی المقصرة جاز من غیر کراھة مع تیسیر و جود الطاھر الزاید ......الخ ،اس عبارت سے واضح ہے کہ بلا عمامہ وغیرہ کے صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اورامامت کرانا مکروہ نہیں ہے اگر چہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند، ج:۳،ص:۱۲۲)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ:

”عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا افضل ہے بلا عمامہ صرف ٹوپی سے بھی بلا کراہت جائز ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب: قمیص و ازار و عمامہ، اما لو صلی فی ثوب واحد متو شحا بہ جمیع بدنہ کا زارا لمیت، تجوز صلوتہ من غیر کراھة، کبیری، ص : ۱۹۲“ . فقط واللّٰہ اعلم.

(فتاوی محمودیہ، ج:۶،ص:۴۳۳)

حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں تحریرفرماتے ہیں کہ:

عمامہ پہننا سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اورسنت ملائکہ ہےاوراس کا پہننا ہر مسلمان کیلئے سنت زائدہ اورمستحب ہے علماء کرام یا ائمہ کرام کے ساتھ اس کا خاص کرنا غلطی

ہے البتہ کپڑے یا چمڑے کی ٹوپی پر کفایت کرنا بھی جائز ہے......الخ۔(فتاوی فریدیہ، ج:۲،ص:۲۹۲،۲۹۳)۔

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

''ٹوپی جائز ہے اور دستار افضل ہے''۔(آپ کے مسائل اوران کا حل، اضافہ و تخریج شدہ ایڈیشن، ج:۳،ص:۳۲۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب (مفتی خیرالمدارس) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے اس میں کچھ کراہت نہیں۔

قال فی شرح التنویر فی مکروهات الصلوة و صلوته حاسراً ای کاشفاً را سه للتکاسل ولا بأس به للتذلل واما للاهانة بها فکفر ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل. (ج: ۱،ص: ۴۷۴)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تذللاً برہنہ سر نماز پڑھنے میں بھی کراہت نہیں تو ٹوپی سے پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا۔نیز'' **ولو سقطت قلنسوته** ''پر شارح کا ٹوپی سے نماز پڑھنے پر کراہت کا حکم نہ لگانا بھی عدم کراہت کی دلیل ہے ہاں جو شخص مجلس میں آتے ہوئے شرماتا ہوا ایسے شخص کیلئے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

مختلف روایات سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اسلاف امت کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ۔

وضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلاة ور فعها. (ج:۱، ص:۱۵۹)

اگر چہ یہاں امام بخاریؒ کا مقصود کچھ اور ہے لیکن ضمناً یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کے دوسرے مقام پر ہے۔

قال الحسن كان القوم يسجدون على العمامة و القلنسوة. (بخاری : ج ١ ، ص ٥٢) ۔

عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ میں ہے۔

و كلا ذكروا ان المستحب ان يصلى فى قميص و ازار و عمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلک و كذاما اشتهر ان المؤتم لو كان معتما لعمامة والامام مكتفيا على قلنسوة يكره . (ص: ١٩٨) ۔

اگر چہ مسنون و مستحب ہونے کی وجہ سے افضل یہی ہے کہ پگڑی باندھنی چاہئے خواہ امام ہو یا مقتدی اور نماز ہو یا غیر نماز دونوں حالتوں میں، تاہم پگڑی کے بغیر صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا بلا کراہت صحیح ہے۔

اگر مقتدیوں نے پگڑی باندھی ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو کچھ کراہت نہیں ، جیسا کہ عمدۃ الرعایہ کے جزئیہ سے معلوم ہوا ۔ فقط واللہ اعلم ۔ (خیر الفتاوی ، ج:۲،ص:۲۵۳،۲۵۴)

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

عمامہ باندھنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے افضل یہ ہے کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے یہی عمل مستحب ہے'' ......الخ ۔(فتاوی حقانیہ، ج:۲،ص:۴۸)

حضرت مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ٹوپی سے امامت درست ہے کچھ کراہت نہیں ہے،البتہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا اورامامت کرنا افضل ہے اور ثواب زیادہ ہے لیکن ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہے......الخ۔(مسائل رفعت قاسمی مسائل نماز،ج۲،ص:۵۴)

ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ پگڑی باندھ کرنماز پڑھنا اور پڑھانا ٹوپی پہن کرنماز پڑھنے سے افضل ہے،لہٰذا مولانا موصوف صاحب کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ:''کسی اہل فضل ودانش حضرات سے کوئی تسلی بخش بحث اور قول نہیں گزرا کہ جس سے عمائم پوشی ہی کی ترجیح ہوتا ہو''۔اس لئے کہ اکابرین علماء دیوبند رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عمامہ کوٹوپی کے مقابلے میں ترجیح حاصل ہے اور عمامہ پہننا ٹوپی پہننے سے افضل واحسن ہے۔

استحباب عمائم پر فقہاء ائمہ اربعہ کے اقوال

مولانا غلام رسول صاحب ص۲۳ پر لکھتے ہیں کہ:

''اور کچھ دوسرے نوجوان برادر جوٹوپی کے شوقین ہوا کرتے ہیں وہ بیچارے تو جمعہ اور عیدین تک کی نمازوں کو بھی بلاتردد ان طفلانہ ٹوپیوں سے کھلا سر ہوادا کیا کرتے ہیں،شاید کہ وہ عزیمت بھی اسی میں سمجھتے ہیں۔اور غضب یہ کہ عمامہ کو مستحب کہتے ہیں جس طرح کہ جدید مسائل کے شرعی حل کے مرتب نے لکھا ہے، بلکہ اپنے حق میں شاید عمامہ باندھنے کو وہ غلطی تصور کر کے عیدوں کے وقت بھی عمامہ باندھنا معیوب سمجھتے ہیں''۔

مولانا موصوف صاحب ٹوپی پہننے کو طفلانہ ٹوپی کہہ کر ٹوپی کا مزاق اڑاتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ ٹوپیاں طفلانہ ٹوپیاں ہیں تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی

نمازوں میں طفلانہ ٹوپیاں پہن کرنمازیں ادا کی ہیں؟ (العیاذ باللہ) اوراس کے علاوہ مولانا موصوف صاحب کا یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ:

’’اورغضب یہ کہ عمامہ کو مستحب کہتے ہیں جس طرح کے جدید مسائل کے شرعی حل کے مرتب نے لکھا ہے‘‘۔

اس لئے کہ ماقبل میں یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ عمامہ کو مستحب کہنے والا صرف کتاب جدید مسائل کے شرعی حل کے مؤلف نہیں ہے بلکہ یہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اوراس کے علاوہ فقہاء ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’عمامہ باندھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ عمامہ باندھ کرنماز پڑھی جائے یہی عمل مستحب ہے مگراس پراس طرح دوام کرنا کہ بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے والے پرطعن کیا جائے غلو فی الدین کے مترادف ہے جوشرعاً ممنوع ہے لہٰذا بغیر عمامہ کے بھی نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے تاہم اگرکسی مستحب کو وجوب کا درجہ دیا جائے تو وہ واجب الترک ہے‘‘، ’’**لما قال العلامة طاهر بن عبدالرشيد البخاريؒ: والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة اثواب قميص وازار و عمامة**‘‘. **خلاصة الفتاوى مع مجموعة الفتاوى، ج: ۱، ص: ۷۳، الفصل السادس في ستر العورة**). (فتاوی حقانیہ، ج:۲،ص:۴۸، ۴۹)

فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفر وحضر میں عمامہ مبارک باندھ کرنماز پڑھنا پسندیدہ عمل ہے اوراگرکوئی شخص بغیر عمامہ کے نماز پڑھے تو ان حضرات کے نزدیک

بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

"و قال: لا بأس ان يؤم الرجل اصحابه فى السفر بغير رداء ولا عمامة ".

"قال محمد بن رشد: قال فى المدونة واحب الى ان يجعل على عاتقيه عمامة اذا كان مسافراً أو صلى فى داره. و مثل ذلك فى كتاب ابن حبيب، وقد سئل عمر بن الخطاب رضى الله عنه عن الصلاة فى الثوب الواحد فقال: اذا او سع الله عليكم فاوسعوا على انفسكم، جمع عليه رجل ثيابه صلى فى ازار و رداء الحديث، ورأ ى عبدالله بن عمرؓ نافعاً يصلى فى خلوته فى ثوب واحد فقال له: الم اكسك ثوبين ؟ قال بلٰى قال أ فكنت تخرج الٰى السوق فى ثوب واحد ؟ قال :لا ، قال فالله احق ان يتجمل له".

(البيان و التحصيل للا بى الوليد ابن رشد القرطبى المالكى، ج :١ ، ص:٣٣٥)

فقہاءِ شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرد کیلئے مستحب یہ ہے کہ اچھے لباس میں نماز پڑھے یعنی قمیص، عمامہ، چادر اور شلوار یا لنگی میں اس لئے کہ ان میں زیادتی زینت بھی ہے۔

"و كذلك قال القاضى الحسين: ان الاستحباب لا يقتصر على ذلك، بل المستحب ان يتعمم مع القميص و الرداء، ويتطيلس لانه فيه زيادة الزينة، وفى الآثار العمائم تيجان العرب". (كفاية النبيه شرح التنبيه فى فقه الامام الشافعى للابى العباس نجم الدين احمد بن محمد ابن الرفعة، ج:٢، ص:٤٦٧،٤٦٨)

"ویستحب للذکر ان یلبس للصلاته احسن ثیابه و یتقمص ویتعمم و یتطیلس و یر تدی و یتزرأو یتسرول". (نهایة المحتاج الی شرح المنهاج فی الفقه علی مذهب الامام الشافعیؒ، ج: ۲، ص:۱۳)

و یستحب ا ن یصلی الرجل فی ا حسن ما یجده من ثیابه ویتعمم و یتقمص و یرتدی فان اقتصر علی ثوبین ، فالأفضل قمیص و رداء او قمیص و سراویل ، فان اقتصر علی واحد فالقمیص اولٰی......الخ". (روضة الطالبین وعمدة المفتین للامام النووی، ج:۱، ص: ۲۸۸ ، ۲۸۹)

فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرد کیلئے مستحب یہ ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھے علامہ تمیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے لیے ایک کپڑا بھی کافی ہے (یعنی جائز ہے) اور دو کپڑوں میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور کامل نماز وہ ہے جو چار کپڑوں میں پڑھی جائے یعنی کرتا، شلوار، عمامہ اور لنگی میں۔

و یستحب له ایضاً تخمیر الرأس بالعمامة و نحوها لان النبیﷺ کان یصلی کذلک وهو من تمام الزینة و اللّٰه تعالٰی احق من تزین له . (شرح العمدة ،للاحمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابن تیمیه، ج:۲،ص:۳۱۶)

(ویستحب للرجل)حراً کان او عبداً (ان یصلی فی ثوبین) ذکره بعضهم اجماعاً قال ابن تمیم وغیره: مع ستر رأسه بعمامة ، لماروی ابو هریرةؓ ان سائلا سال النبیﷺ عن الصلاة فی ثوب واحد فقال او ل کلکم ثوبان متفق علیه.الخ . (المبدع شرح المقنع، للابی اسحاق برهان الدین

ابراهیم بن محمد بن عبداللّٰہ بن محمد ابن مفلح الحنبلیؒ، ج:١، ص:٣٢١)

و یستحب للرجل الصلاۃ فی ثوبین مع ستر رأسه بعمامة و نحوها......الخ" . (مختصر ابن تمیم، ج: ٢،ص: ٧٢)

قال التمیمی الثوب الواحد یجزی ، و الثوبان احسن ، والاربع اکمل :قمیص و سراویل و عمامة وازار...الخ" . (المغنی ، ج:٢، ص:٢٩٤)

"وسن صلاۃ رجل فی ثوبین"

قوله: (فی ثوبین) ذکره بعضهم اجماعاًمع سترراسه بعمامة وما فی معناها ولا یکره فی ثوب واحد یستر ما یجب ستره و قمیص اولٰی من الرداء ان اقتصر علی واحد". (حاشیه المنتهٰی مع منتهی الارادات ،ج :١، ص:١٦٤)

(خلاصہ)ان تمام مذکورہ بالاحوالہ جات سے واضح ہوا کہ مسلک ائمہ اربعہ کے فقہاءکرام کے نزدیک نماز میں عمامہ مبارک کا زیب تن فرمانا مستحب ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "ان فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس " کی مدلل تحقیق

مولانا غلام رسول صاحب ص۲۶ پر لکھتے ہیں کہ:

ٹوپیوں کے متعلق مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر ہے کہ ٹوپیاں پہننا زیادہ تر مشرکوں کی علامت ہے، چنانچہ لکھتے ہیں،"**فتبین ان تکون هذا (ای جعل القلنسوۃ علی رأس) زی المشرکین**" ،اوراسی طرح مولانا عبدالبصیر خراسانی صاحب نے بھی اپنی

کتاب شآبیب الغمامه فی مسئلة تحقیق العمامه ، کے صفحہ ۲۷ میں تحریر فرمایا ہے۔

قال ابن جوزیؒ والسنة ان یلبس القلنسوة والعمامة ،ما لبس القلنسوة وحدها فهوزی المشرکین ،موصوف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل اور جید عالم دین ہیں۔ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قلانس پوشی کی عادت مالوفہ تو مشرکین کی بھی ہوسکتی ہے۔جو اصنام پرستی کے موقع پر ادباً سر پر رکھا کرتے ہیں،اگر ہماری مسلمان برادری بھی اپنے معبود برحق کی عبادت کے وقت مساجد اللہ میں ٹوپیاں پہن کر جایا کریں گے تو من وجہ ہی سے ان ہنود اور مشرکوں کی مشابہت سے کس طرح بچ سکیں گے''۔

واضح ہو کہ ٹوپی پہننے کو بعض محدثین نے زی المشرکین کہا ہے،اس کی بنیادی وجہ ترمذی شریف کی حدیث ہے جو حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال رکانة سمعت رسول اللهﷺ یقول: ان فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس''.

حضورﷺ نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر پگڑی باندھنا ہے۔

اس حدیث شریف کی تشریح میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس کا مطلب ان بعض حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ مشرکین صرف ٹوپیاں پہنتے ہیں اور مسلمان ٹوپیوں پر عمامہ بھی پہنتے ہیں۔اول تو یہ حدیث ضعیف ہے،امام ترمذی نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا ہے:

”**هذا حديث حسن غريب و اسناده ليس بالقائم**“.

اورامام ابوداؤد نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے۔لیکن وہ بھی انہی ابوالحسن عسقلانی اورابوجعفر بن محمدابن رکانہ سے مروی ہےجن سے امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے، اور یہ دونوں راوی مجہول ہیں اورحافظ منذری نے اسی لئے اس حدیث پرکلام کرتے ہوئے امام ترمذی کے تبصرے پراعتماد کیا ہے۔(تلخیص المنذری،ص:۴۵،ج:٦)

دوسرے اس حدیث کا مطلب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین عماموں کے نیچےٹوپی نہیں پہنتے اورمسلمان عماموں کے نیچےٹوپی پہنتے ہیں۔

” **ای الفارق بيننا انا نحن نتعمم على القلانس وهم يكتفون بالعمائم** “

یعنی ہمارے اوران کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پرعمامہ پہنتے ہیں اوروہ صرف عماموں پراکتفاءکرتے ہیں۔(الکاشف عن حقائق السنن للطیبیؒ،ص:۲۱٦،ج:۸)

نیز ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ عبدالملکؒ اوربعض دوسرے شراح حدیث سے بھی حدیث کی یہی تشریح نقل فرمائی ہے (مرقاۃ المفاتیح،ص:۱۴۷:ج:۸،کتاب اللباس) اس کے برعکس یہ تشریح کہ مشرکین عمامہ نہیں پہنتے صرف ٹوپی پہنتے ہیں،ملاعلی قاری نے جزری کے حوالے سے بعض نامعلوم علماء سے نقل کی ہے،اورمعلوم علماء میں سے صرف میرکؒ کا حوالہ دیا ہےاورغورکرنے سے یہ تشریح صحیح معلوم نہیں ہوتی،کیونکہ اول تو مشرکین عرب میں عمامے کا رواج تھا بلکہ یہ ان کا شعارسمجھا جاتا تھا۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوالمفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجوادعلی ص:۴۸ تا ۲۵) جس میں وہ کہتے ہیں کہ:”**والعمامة** “ **هى فخرهم و عزهم وأفخر ملبس يضعونه على رؤ سهم**.

اورآخر میں لکھتے ہیں:

” وجعلوا العمامة شعارا للعرب ورمزا لهم اذا زال زالت عروبتهم “

تیسرے اس تشریح سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے کہ عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے میں مشرکین سے مشابہت ہے اور اس لئے وہ مکروہ ہے، یہ اس لئے درست نہیں کہ متعدد روایات میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا صرف ٹوپی پہننا بھی مروی ہے مثلاً:

(۱) صحیح بخاری میں حضرت حسنؒ بصری کا یہ قول تعلیقاً نقل کیا گیا ہے کہ:

” ان اصحاب رسول اللهﷺ کانوا یسجدون و ایدیهم فی ثیابهم و یسجد الرجل منهم علی قلنسوته و عمامته“. (صحيح بخاری ، كتاب الصلاة باب السجود على الثوب ص : ٥٦ ج ١) ۔

مصنف عبدالرزاق میں یہ اثر موصولاً تقریباً انہی الفاظ سے مروی ہے (فتح الباری ،۴۹۳: ج:۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ عماموں پر بھی سجدہ کر لیتے تھے اور ٹوپیوں پر بھی، ظاہر ہے کہ ٹوپی پر سجدہ کرنا اسی وقت متصور ہے جب اس کے ساتھ عمامہ نہ ہو ،اگر ٹوپی عمامے کے نیچے ہوتو وہ عمامہ میں چھپ جاتی ہے،اس لئے اس پر سجدہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) متعدد محدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتﷺ نے جہاد میں شہید ہونے والوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں ،پہلی قسم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا درجہ اتنا اونچا ہوگا کہ لوگ ان کی طرف اس طرح سر اٹھا کر دیکھیں گے یہ کہہ کر آپ نے سر اتنا بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی گر گئی ۔راوی کہتے ہیں کہ مجھے اس میں شک ہے کہ ٹوپی آنحضرتﷺ کی گری یا حضرت عمرؓ نے یہ حدیث روایت کرتے ہوئے

سر اٹھایا اور ان کی ٹوپی گری۔ (جامع ترمذی، ص:۲۹۳: ج:۱، ومسند احمد ص:۲۲، ج:۱)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے معجم طبرانی میں مروی ہے:

"**ان رسول الله ﷺ كا ن يلبس قلنسوة بيضاء**". (مجمع الزوائد، ص: ۲۱۱ ،ج: ۵، حديث :۵۰۵۸) ۔

اس پر علامہ ہیثمیؒ نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ:

فيه عبدالله بن خراش و ثقه ابن حبان، وقال: وربما اخطا و ضعفه جمهور الا ئمة و بقية رجاله ثقات .

اس کے بعد انھوں نے یہ حدیث ایک اور ضعیف سند سے نقل کی ہے جو عبداللہ بن خراش کی متابعت کرتی ہے۔

(۴) علامی عراقیؒ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے:

"**اجود اسناد فى القلانس ماروا ه ابو الشيخ عن عائشه، كا ن يلبس القلانس فى السفر ذوات الآذان و فى الحضر المضمرة يعنى الشامية**".

ٹوپیوں کے بارے میں سب سے اچھی سند کی روایت وہ ہے جو ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے کہ آپ سفر میں کانوں والی ٹوپیاں پہنتے تھے اور حضر میں (بغیر کانوں کی) شامی ٹوپیاں۔ (اتحاف السادۃ المتقین ص:۱۲۹: ج:۷)

ظاہر یہی ہے کہ ان روایات میں آپ کے ٹوپی پہننے کا جو ذکر ہے وہ بغیر عمامہ کے ہے۔

چنانچہ امام غزالیؒ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وكان يلبسها تحتها القلنسوة وكا ن يلبس القلنسوة بغير عمامة“

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ پہنتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے۔(احیاء العلوم مع شرح الزبیدی ص:۱۲۹ ج:۷، وزادالمعاد، ص:۱۳۵، ج:۱، فصل فی ملابسہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کے علاوہ صحابہؓ اور تابعینؒ سے صرف ٹوپی پہننا بہت سی روایات میں بدرجہ استفاضہ مروی ہے جن میں وابصہؓ بن معبد، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیر حضرت علیؓ بن حسین، حضرت ضحاکؒ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ داخل ہیں۔(ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد، باب الصلاۃ علی عصاص:۱۰۷، ج:۱، مصنف ابن ابی شیبہ، ص:۲۱۲، ج:۸، فی لبس القلانس وطبقات ابن سعد، ص:۱۶۱، ج:۵)

اگر بغیر عمامے کے صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا لباس ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوتا تو یہ حضرات اس سے بچنے کا اہتمام کرتے، بلکہ یہ کراہت مشہور ومعروف ہونی چاہئے تھی، حالانکہ صحابہؓ وتابعینؒ سے ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے۔

لہٰذا صرف ٹوپی پہننے کو مکروہ سمجھنا درست نہیں ہے اور یہ حکم خارج نماز اور داخل نماز یکساں ہے...الخ۔(فتاوی عثمانی، ج:۴، ص:۳۴۳ تا ۳۴۷)

علامہ ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم اور محدث کبیر علامہ خلیل احمد سہارنپوری و علامہ مظہر الدین الزیدانی الحسین بن محمود بن الحسن الزیدانی المظہر ی الکوفی ، اور علامہ ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرات نے بھی اس حدیث(ان فرق مابيننا و بين المشركين العمائم على القلانس) سے یہی معنی مراد لیا ہے کہ مشرکین بغیر ٹوپی کے

پگڑی باندھتے ہیں اور مسلمان ٹوپی پہن کر اس پر پگڑی باندھتے ہیں۔

"(قال رکانة ،سمعت النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم یقول فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس): جمع قلنسوة ومراد الحدیث: ان المشرکین کانوا یعممون علی رؤ سهم من غیر أن یکون تحت العمامة قلنسوة و نحن نعمم علی القلنسوة ولابی الشیخ عن ابن عباسؓ کان لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم ثلاث قلانس، الحدیث".(بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد،ج: ١٢،ص: ١٠٥)

(ان فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس) جمع قلنسوة ای الفارق بیننا معشر المسلمین و بین المشرکین لبس العمائم فوق القلانس ،فنحن نتعمم علی القلانس وهم یکتفون بالعمائم ذکره الطیبی وغیره من الشراح ". الخ. (تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی ،ج ٥ ،ص: ٢٨٢،٤٨٣)

قوله : (فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس) یعنی : کان المشرکون یعممون علی رؤوسهم من غیر أن یکون تحت العمامة قلنسوة ، و نحن نتعمم علی القلنسوة . (المفاتیح فی شرح المصابیح،ج :٥ ،ص:١٦ ،١٧)

قوله : فرق مابیننا ای الفارق فیما بیننا معشر المسلمین و بین المشرکین العمائم علی القلانس......ای نحن نتعمم علی القلانس وهم یکتفون بالعمائم ذکره الطیبی وغیره من الشراح......الخ". (التعلیق الصبیح

علی مشکاة المصابیح، ج:٤، ص: ٣٨٨، ٣٨٩)

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

''علماء نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

ایک: مشرکین بغیر ٹوپی کے پگڑی باندھتے ہیں اور مسلمان ٹوپی پہن کر اس پر پگڑی باندھتے ہیں یہ مطلب راجح ہے۔

دوم: مشرکین صرف ٹوپی پہنتے ہیں پگڑی نہیں باندھتے، اور مسلمان ٹوپی پر پگڑی بھی باندھتے ہیں، مگر یہ مطلب صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ میں اس کے دو راویوں کو نہیں جانتا، ایک ابوالحسن عسقلانی کو اور دوسرا حضرت رکانہ کے لڑکے محمد کو''۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، ج:۵، ص:۱۰۷)

علامہ نواب محمد قطب الدین دہلویؒ اسی مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''نمبر (۱) ہم ٹوپی پر دستار باندھتے اور وہ صرف دستار باندھتے ہیں، نمبر (۲) ہم ٹوپی پر دستار باندھتے ہیں اور وہ فقط ٹوپی پہنتے ہیں، جو بلا عمامۃ ہوتی ہے، شارحین حدیث نے اول معنی مراد لیا ہے اس لیے کہ مشرکین کا دستار باندھنا مشاہدات سے ثابت ہے اور نری ٹوپی پہننا واقعی بات نہیں ہے۔ (ح)''۔ (مظاہر حق شرح مشکوۃ شریف، ج:۴، ص:۱۸۱)

علامہ شبیر الحق کشمیریؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

بہر حال حدیث کی عبارت دو معنی محتمل ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ہم (مسلمان) تو ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں، جبکہ مشرک لوگ بغیر ٹوپیوں کے (یعنی ننگے سر پر) عمامہ باندھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں جبکہ مشرک لوگ عمامہ باندھتے

ہی نہیں صرف ٹوپی پہنتے ہیں، شارحین نے لکھا کہ ان دونوں معنوں میں سے پہلے ہی معنی مراد ہیں کیونکہ اس زمانہ کے مشرکین کا عمامہ باندھنا تحقیق کے ساتھ معلوم ہے لیکن ان کا صرف ٹوپی پہننا ثابت نہیں ہے۔ (خیر المفاتیح، ج:۵، ص:۱۴۴)

مولانا خورشید حسن قاسمی (رفیق دار الافتاء دار العلوم دیوبند) مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

کفار مکہ عمامہ بغیر ٹوپی کے اوڑھے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے تھے آپ نے ارشار فرمایا ہم لوگوں اور کفار مکہ کے درمیان یہ فرق ہے کہ وہ عمامہ بغیر ٹوپی کے استعمال کرتے ہیں اور ہم لوگ ٹوپی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اس حدیث سے واضح ہے کہ کفار کے ہر ایک عمل سے مسلمانوں کو فرق کرنا چاہئے۔ (سنن ابی داؤد شریف مترجم اردو مع مختصر شرح، ج:۳، ص:۲۶۵)

(خلاصہ): **"ان فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس"**۔

اس حدیث سے محدثین نے دو معنی مراد لیا ہے۔

(۱): ہم مسلمان تو ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین بغیر ٹوپیوں کے عمامہ باندھتے ہیں۔

(۲): ہم مسلمان تو ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین تو عمامہ باندھتے ہی نہیں بلکہ صرف ٹوپی پہنتے ہیں۔

لہٰذا اکثر محدثین اور اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ نے اول معنی ہی کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور اس کے علاوہ مولانا موصوف صاحب کا یہ کہنا بے جا ہے کہ:

’’قلانس پوشی کی عادت مالوفہ تو مشرکین کی بھی ہوسکتی ہے جو اصنام پرستی کے موقع پرادباً سر پر رکھا کرتے ہیں، اگر ہماری مسلمان برادری بھی اپنے معبود برحق کی عبادت کے وقت مساجد اللہ میں ٹوپیاں پہن کر جایا کریں گے تو من وجہ ہی سے ان ہنود اور مشرکوں کی مشابہت سے کس طرح بچ سکیں گے‘‘۔

اس لئے کہ ٹوپی پہننا تو مسلمانوں کا شعار ہے نہ کہ کفار کا، اور اگر بعض کفار اصنام پرستی کے موقع پر ٹوپی پہنتے ہیں تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ٹوپی پہننا کفار کی مشابہت ہے، لہٰذا جس طرح سکھ لوگ پگڑی باندھتے ہیں تو سکھوں کی پگڑی باندھنے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ پگڑی باندھنا سکھوں کی مشابہت ہے تو اسی طرح بعض کفار کی اصنام پرستی کے موقع پر ٹوپی پہننے کی وجہ سے مسلمانوں کا ٹوپی پہننا ناجائز اور مشابہت کفار نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

امر مندوب پر اصرار کا شرعی حکم

مولانا موصوف صاحب ص ۲۷ و ۲۸ پر لکھتے ہیں:

’’کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی علاقے کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے کوئی عہدہ سپرد کر کے کہیں بھیجتے تو ان کو دستار مبارکہ باندھ کر بھیجتے جن کی حوالہ جات آنے والی ہیں۔ بلا عذر ترک عمامہ ایک قسم کی متکبرانہ فعل ہی ہوسکتی ہے باقی سب حیلے تراشیاں اور مکاریوں کے سوا کچھ نہیں‘‘۔

عمامہ مبارک کا پہننا ایک مبارک اور بابرکت عمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کے ساتھ عمامہ مبارک زیب تن فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی عمامہ مبارک

کے بارے میں کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، اگرچہ ان روایات کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے لیکن فضائل میں ان روایات کا اعتبار کیا جاتا ہے، لیکن ان ضعیف روایات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ عمامہ مبارک کا پہننا ضروری یا واجب ہے یا کوئی شخص عمامہ مبارک نہ پہنے تو وہ شخص گناہ گار ہوگا یا جو شخص بلا کسی عذر کے عمامہ مبارک زیب تن نہ فرمائے تو اس شخص کو متکبر کہا جائے یا اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ حیلے تراشتا ہے یا مکاریاں کرتا ہے یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اس لئے کہ شریعت میں ہر حکم کے لئے ایک حد مقرر کی گئی ہے اور اس حد سے تجاوز کرنا (یعنی اس حکم میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی کرنا) ہرگز جائز نہیں ہے۔

لہٰذا عمامہ مبارک کا حکم یہ ہے کہ جو شخص عمامہ مبارک زیب تن فرمائے تو اجر ملے گا اور اگر کوئی شخص نہ پہنے تو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی اس شخص کو ملامت کیا جائے گا۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''عمامہ باندھنا بھی اسی طرح درست ہے، بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت جائز ہے، اصرار کی وجہ سے مستحب چیز بھی مکروہ ہو جاتی ہے، **قال صاحب السعایہ الاصرار علی المندوب یبلغه الٰی حد الکراهة**''. (فتاوی محمودیہ، ص: ۲۹۴، ج: ۱۹)

فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں پگڑی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''امر مندوب کو واجب کی طرح لازم سمجھا جانے لگے تو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے، اس لئے یہ التزام ناجائز ہے''۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ص: ٦٨، ج: ٨)

ٹوپیاں، عمائم کی طرح نماز کے لئے سبب تجمل وزینت نہیں ہے

مولانا موصوف صاحب ص ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ:

''ان مستعمل منچاہی ٹوپیوں کو عمائم کی طرح تو کسی بڑے عالم یا محدث نے نماز کے لئے سبب تجمل وزینت کسی معتبر حوالہ سے نہیں فرمایا، اگر کہیں اس کا ثبوت بھی مل جائے تو ضرور آگاہ فرمائیں مشکور ہونگے''۔

مولانا موصوف صاحب اس عبارت میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ٹوپیاں، عمائم کی طرح نماز کے لئے سبب تجمل وزینت نہیں ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ٹوپیاں عمائم کی طرح نماز کے لئے سبب تجمل وزینت نہیں ہے، لیکن فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے بھی مولانا موصوف صاحب کی طرح ان ٹوپیوں کو منچاہی اوراطفال کا لباس نہیں فرمایا اگر فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے بھی ان ٹوپیوں کو منچاہی اوراطفال کا لباس فرمایا ہوتو معتبر حوالہ سے پیش کیا جائے تو احقر ان حضرات کا بے حد مشکور ہوگا۔

عمامہ مبارک سنن عادیہ میں سے ہے نہ کہ سنن عبادیہ میں سے

مولانا غلام رسول صاحب ص ۳۰ پر مولانا عبدالبصیر صاحب کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

چنانچہ مولانا موصوف نے عمامہ مبارکہ کو آپ ﷺ کے سنت عادتی اورقومی ثقافتی کی تردید فرما کر لکھتے ہیں کہ ''**ان العمامة سنة مستمرة من سنن الآداب المتوارثة عنه ﷺ والصحابة ومن بعدهم الى يومنا هذا، و اماما زعمه البعض انها سنةعادة ثقافية العرب فليس من الحقيقة بشى كما وضحنا**

سابقاً (ص۸۰) نیز مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف سیرۃ المصطفیٰ کے (ج۳ص۳۸۷) میں بھی اس خیال کی سخت تردید فرما کر یوں لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ کا یہ لباس اور یہ معاشرہ معاذ اللہ قومیت یا وطنیت کے اتباع کے ارادے سے نہ تھا بلکہ وحی ربانی اور الہام کے اتباع سے تھا''۔

واضح ہو کہ عمامہ مبارک حضور ﷺ کی سنت ہے اور علماء محققین فرماتے ہیں کہ عمامہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عادیہ میں سے ہے نہ کہ سنت عبادیہ میں سے۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

بعض لوگوں نے کہا کہ پگڑی سنت نہیں بلکہ عربوں کی عادت تھی لیکن یہ صحیح نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں اس کی سنت ہونے کی تصریح ہے ایک آدمی نے آکر ان سے پوچھا ''یا ابا عبدالرحمٰن: **العمامة سنة؟ فقال نعم**'' اور اگر پگڑی پہننا عربوں کی عادت بھی ہو، تاہم جو عادت رسول اللہ ﷺ نے اپنائی وہ سنت بن جاتی ہے لیکن اس کو سنت عادیہ کہا جائے گا نہ کہ سنت عبادیہ''۔(کشف الباری، کتاب اللباس، ص:۱٦۸)

علامہ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ عمامہ سر کی سنت اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی عادت ہے اور صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ محرم آدمی قمیص اور عمامہ نہ پہنے اور یہ حدیث دلیل ہے کہ عمامہ مبارک عادت ہے (یعنی عمامہ مبارک انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی عادت ہے اسی لئے) احرام کی حالت میں اس سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

''العمامة سنة الراس و عادة الانبياء و السادة و قد صح عن

النبی ﷺ انه قال لا یلبس المحرم القمیص ولاالعمامة وھذا یدل علی انھا کانت عادة امر باجتنابھا حالة الاحرام و شرع کشف الراس فیھا اجلال لذی الجلال و الاکرام". (عارضة الاحوذی، ج: ٧، ص: ٢٤٣)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

عمامہ پہننا سنت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دو رکعتیں جو عمامے کے ساتھ پڑھی گئی ہوں، بغیر عمامے کے دو رکعت نفل سے ستر گناہ افضل ہے اس حدیث کی سند پر بعض لوگوں نے کلام کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کی سند ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ حدیث ثابت ہو تو پھر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عادیہ ہے، اور ایک سنت عادیہ کو بحیثیت سنت کے اختیار کرنا بے شک باعثِ اجر وثواب ہے، اس کا کسی کو انکار نہیں، لیکن محلِ کلام یہ ہے کہ آیا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا واجبات کی طرح التزام کی جائے اور جو ترک کرے اس پر نکیر کی جائے؟ یہ بات درست نہیں۔ (تقریر ترمذی، ج:۲،ص:۳۴۳)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ عمامہ (پگڑی) پہننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے لیکن یہ سنن عادیہ میں سے ہے یعنی پگڑی وہ عمدہ لباس ہے جو رسول اللہ ﷺ نے استعمال کر کے پسند فرمایا ہے۔

قال صدر الشھیدؒ: فسنن الھدیٰ وان کانت علی سبیل العادة فسنن الزوائد کلبس الثیاب والاکل بالیمین و تقدم الرجل الیسری فی الدخول و نحوذلک کلامنا فی الاول الی آخره. (شرح الوقایه، ج: ١، ص: ٦٩، کتاب الطھارت)

جیسا کہ دھوتی اور سفید رنگ کے کپڑے پہننے کی فضیلت نماز سے خاص نہیں، ایسا ہی عمامہ کا پہننا بھی نماز سے خاص نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس عزت کا لباس سمجھا جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں جاتے وقت عزت کے لباس کا استعمال زیادہ بہتر ہے بنابریں فقہاء عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں تاہم اگر کسی شخص کو عمامہ میسر نہ ہو تو پھر بغیر عمامہ کے بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال طاهر بن عبدالرشيد : وفی الاصل لا بأس بأن يصلی الرجل فی ثوب واحد متوشحا و يؤم كذلک و المستحب ان يصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قميص و ازار و عمامة اما لو صلی فی ثوب واحد متو شحا به جميع بدنه كا زار الميت يجوز صلاته من غير كراهة. (خلاصه الفتاوی، ج: ۱، ص: ۷۳ ، الفصل السادس فی سترالعورة) ۔

لیکن یہ حکم امام کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ حکم ہر نماز پڑھنے والے کے لئے ہے ،عمامہ کی اس حقیقت کی وضاحت کے بعد اس کو صرف منصب امامت سے خاص کرنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے اور اس کے نہ پہننے کو مفسدات نماز میں شمار کرنا فقہی ذخیرہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے......الخ۔(فتاوی حقانیہ، ج:۳،ص:۱۳۶، ۱۳۷)

ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ عمامہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عادیہ ہے، لہٰذا مولانا موصوف صاحب کا عمامہ مبارک کے سنت عادیہ کہنے کو غلط تصور کرنا ہی سراسر غلط ہے۔ اور اس کے علاوہ مولانا غلام رسول صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ”مولانا ادریس کاندھلویؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب سیرۃ المصطفیٰ میں اس خیال کی سخت تردید کی ہے“ اس لیے کہ مولانا ادریس کاندھلویؒ کی عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انہوں

نے عمامہ مبارک کے سنت عادیہ کہنے کی تردید کی ہو اور نہ ہی مولانا ادریس صاحبؒ کی مذکورہ بالاعبارت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عمامہ مبارک کا پہننا ہر مسلمان کیلئے مستحب ہے

مولانا موصوف صاحب ص۳۲ پر لکھتے ہیں کہ:

''عمامہ باندھنا تو صحابہ کرامؓ کو بہت پسند تھی اس لیے جنگ بدر میں نصرت الٰہی والے فرشتے بھی عمائم ہی سے متوسمین بن کر نازل ہوئے تھے۔ کیا اب تک ان قلانس رکھنے والے فضلاء کرام کو ان عمائم مبارکہ کی شان کا پتہ نہیں چل سکا''؟

''اعلم'' جان لو کہ عمامہ مبارک صحابہ کرامؓ کو پسند تھا یا جنگ بدر میں نصرت الٰہی والے فرشتے عمائم ہی سے متوسمین بن کر نازل ہوئے تھے، ان باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عمامہ مبارک کا پہننا محبوب عمل ہے، لیکن ان باتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے کہ عمامہ مبارک کا پہننا ضروری ہے، اس لئے کہ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی بکثرت ثابت ہے، لہٰذا اگر عمامہ مبارک کا پہننا مستحب نہ ہوتا، بلکہ اس کا پہننا ضروری ہوتا جیسا کہ مولانا غلام رسول صاحب سمجھتے ہیں، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ٹوپی پہن کر ہرگز نماز ادا نہ فرماتے، بلکہ ہمیشہ عمامہ باندھ کر نماز ادا فرماتے۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ عوام میں بعض لوگ عمامہ کو صرف علماء و حفاظ کرام کے ساتھ خاص کرتے ہیں، ان لوگوں کا یہ خیال بھی غلط ہے اس لیے کہ عمامہ مبارک کا پہننا ہر مسلمان کیلئے مستحب ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب ایک سوال کے جواب کے

آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اسی بناء پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بکثرت ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں تعلیقاً حضرت حسن بصریؒ کا اثر منقول ہے۔''

وقال الحسن البصري: كان القوم يسجدون على العمامة و القلنسوة. (صحيح بخاری، ۱/۵٦)۔الخ ۔(كتاب النوازل ، ج:٤،ص: ۸٦)

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

''عمامہ باندھنا ہر مسلمان کے لیے مستحب ہے اس سے مسلمانوں کا وقار بڑھتا ہے غیروں پر ہیبت طاری ہوتی ہے، لیکن جب کوئی غیر عالم وحافظ عمامہ باندھتا ہے تو بعض لوگ اس پر یوں طعن کرتے ہیں کہ بڑا عالم وحافظ بن گیا، جو عمامہ باندھ کر رکھا ہے، ان کا یہ طعن کرنا نادانی پر مبنی ہے کہ عمامہ کو عالم حافظ کے ساتھ خاص کر رہے ہیں جب کہ عمامہ عالم حافظ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر مسلمان کے لیے اس کا باندھنا مستحب ہے۔'' (درسی و تعلیمی اہم مسائل،ص:۴۸۳۔۴۸۴)

کیا صرف ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھنے میں اخروی خطرہ ہے؟ (العیاذ اللہ)

مولانا موصوف صاحب مزید ص ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ:

''کہیں خدانخواستہ بارگاہ رب العالمین میں ٹوپیوں والی حاضری سے کسی بڑے اخروی خطرے میں نہ پڑ جائیں یعنی ہر قسم کے ٹوپیوں سے نمازیں بلاخوف کراہت پڑھا کر بجائے جزائے اجر کے الٹا بازپرسی کی سزا میں نہ پکڑے جائیں۔''

پگڑی باندھ کرنماز پڑھنااور پڑھاناافضل تو ہےلیکن اس کے برعکس ٹوپی پہن کر نماز پڑھنااور پڑھانابھی جائز ہے۔لہٰذاٹوپی پہن کرنماز پڑھنے میں نہ کوئی اخروی خطرہ ہے اور نہ ہی باز پرس کی جائے گی، بلکہ یہ تو مولانا موصوف کی غلطی ہے کہ وہ ٹوپی پہن کرنماز پڑھنےکواخروی خطرہ سمجھتے ہیں،افسوس ہے کہ مولانا موصوف صاحب نے اسلاف امت کی رائے کےخلاف اپنی ذاتی رائے قائم کی ہے۔

فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال:۔ٹوپی سےنماز پڑھنابلا کراہت جائز ہے یانہیں؟

جواب:۔ **قال فی شرح التنویر فی مکروهات الصلوة وصلوته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل ولابأس به للتذلل و اما للاهانة بها فکفر و لو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل و قال فی الشامیة و فی الدر عن التاترخانیه و الظاهر ان افضلیة اعاد تها حیث لم یقصد بترکها التذلل علی مامر.** (شامیة، ج:۱)

اس عبارت سےمعلوم ہوا کہ بلا تکاسل برہنہ سرنماز پڑھنے میں بھی کراہت نہیں توٹوپی سے پڑھنابطریق اولیٰ مکروہ نہ ہوگا نیز **و لو سقطت قلنسوته، الخ**، پرشارح کا ٹوپی سےنماز پڑھنے پرکراہت کاحکم نہ لگاناعدم کراہت پر بین دلیل ہے’’**لان السکوت فی معرض البیان بیان**‘‘۔

جن عبارات سے کراہت معلوم ہوتی ہے وہ اس شخص پرمحمول ہیں جوٹوپی سے مجلس میں نہ آتا جاتا ہواوراسے ثیاب بذلہ سے سمجھتا ہو۔

مختلف روایات سےصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوراسلاف امت کاٹوپی سےنماز پڑھنا

ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے "**وضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلاة و رفعها.**" (بخاری، ص: ۱۵۹، ج:۱)

کان القوم یسجدون علی العمامة و القلنسوة. (بخاری ص ۵٦، ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی،ص:۲۰،ج:۳)

محقق العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

قرآن مجید نے ہدایت کی ہے کہ نماز کے وقت لباس زینت اختیار کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے: "**خذوا زینتکم عند کل مسجد**" ٹوپی بھی لباس زینت ہے اس لیے عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر ہی نماز ادا کرنی چاہیے۔ بلا عذر بغیر ٹوپی نماز پڑھنا مکروہ ہے فتاوی عالمگیری میں ہے جس شخص کے پاس عمامہ موجود ہو اس کے لیے کھلا سر نماز پڑھنا مکروہ ہے "**تکره الصلاة حاسراً رأسه اذا کان یجد العمامة**" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک بھی یہی تھا، البتہ ایک موقع پر آپ ﷺ کا صرف تہبند میں بھی نماز پڑھنا ثابت ہے، اصل میں آپ ﷺ بعض جائز لیکن خلاف اولیٰ کام اس لئے کر جاتے تھے کہ امت کے لئے آسانی وسہولت پیدا ہو، اس حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر ناف سے گھٹنے تک کا ساتر لباس موجود ہو تو یہ لباس بھی نماز کی ادائیگی کیلئے کافی ہے، نہ یہ کہ ایسے ہی لباس میں نماز پڑھنا بہتر ہے اگر اسی حدیث کی پیروی مقصود ہو پھر تو ٹوپی کے علاوہ کرتا اور قمیص اتار کر بھی نماز پڑھنی پڑے گی، فقہاء کی تحریروں کا ماحصل بھی یہی ہے کہ اگر ٹوپی یا عمامہ یا سر کو ڈھکنے کی چیز میسر ہو تو کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر اللہ کے سامنے انکساری اور غلامی کا اظہار مقصود ہو تو گناہ نہ ہوگا یہ مقصد نہیں ہے

کہ اس طرح نماز پڑھنی چاہیے، نماز میں ظاہر ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو آپ ﷺ کا معمول رہا ہو، نہ کہ جو عمل آپ ﷺ نے اتفاقاً کسی خاص مصلحت کے لیے کیا ہو، اس لیے آپ ٹوپی پہن کر نماز ادا کیا کریں۔ (کتاب الفتاوی، ص: ۲۳۰، ج:۲)

حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

(سوال):۔(۱) ایک آدمی ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے اور مقتدی اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سر پر صافہ ہوتا ہے اور امام صاحب صرف ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھاتے ہیں کیا ان کا یہ اعتراض درست ہے؟

(۲) ایک مقتدی امام کو کہتا ہے کہ یہ ٹوپی جو آپ نے پہن رکھی ہے ہندوؤں کی رسم ہے اگر آپ ٹوپی سے نماز پڑھائیں گے تو ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیوں کہ ہماری نماز مکروہ ہوتی ہے؟

(جواب)(۱): جو امام عام حالات میں بھی ٹوپی پہنتا ہو اس کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ (فتاوی دار العلوم ،ص:۱۷۰، ج:۳)

(۲): یہ مقتدی جاہل ہے ٹوپی کا استعمال قدیم سے چلا آتا ہے گو کیفیات میں اختلاف ہوتا رہتا ہے صحیح بخاری میں ہے، **وضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلاة و رفعها**. (بخاری، ص:۱۵۹، ج:۱)

صحابہ کرام علیہم الرضوان ٹوپیوں کے ساتھ بھی نماز پڑھتے تھے، **کان القوم یسجدون علی العمامة و القلنسوة**. (بخاری: ص۵۶، ج۱)

مروجہ گول اور دو پلی ٹوپی ہندوستان میں علماء و مشائخ بھی پہنتے تھے، اسے صرف

ہندوؤں کا شعار کہنا ضد اور زیادتی ہے اور بلا علم نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگانا جہل مرکب ہے۔ (خیر الفتاوی، ص:۳۴۹، ج:۲)

مولانا موصوف صاحب کا اجتہاد

مولانا غلام رسول صاحب، ص (۳۴) پر لکھتے ہیں:

''یہاں سے ٹوپیاں پہننے کے جواز کی صورتیں بیان ہونگی، **کمافی قوله تعالیٰ:** ''**خلق الانسان ضعیفاً**'' کے مطابق انسانی مزاج پر مختلف قسم کے حالات پیش ہونے کے لحاظ سے صحت وسقم وغیرہ بھی عارض ہو جایا کرتی ہیں اور ضعف بڑھنے یا طویل العمر ہونے کی وجہ سے کمزوری دماغ واعصاب بھی لاحق ہو سکتے ہیں تو ان وجوہات معتبرہ کے پیش نظر اگر کوئی ٹوپیاں پہنتا ہے تو عنداللہ معذور شمار ہوگا اور نمازوں کے عمائم والے موعودہ ثواب کے مستحق بھی ہوا کریں گے، ورنہ فرضی اور جعلی معذوری والی حیلہ بازیوں سے کام نہیں چلے گا''۔

جاننا چاہئے کہ ٹوپی پہننے کے جواز کی جو صورتیں مولانا موصوف صاحب نے بیان فرمائی ہیں یہ مولانا موصوف صاحب کی اپنی ذاتی رائے ہے اس لئے کہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ٹوپی پہننا ہر حال میں (یعنی نماز اور غیر نماز) میں صرف جائز ہی نہیں بلکہ سنن زوائد میں سے ہے۔ نیز احرام کی حالت میں ٹوپی پہننا جائز نہیں۔

محقق العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شریعت کا عام مزاج یہ ہے کہ سر ڈھکا رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر عمامہ کا استعمال فرماتے، لیکن بعض اوقات صرف ٹوپی بھی زیب تن کرتے، عالمگیری میں ہے۔ ''**لا بأس بلبس القلانس وقد صح ان النبی ﷺ کان یلبسها**''۔ حضرت ابن عمرؓ سے

طبرانی نے دو روایتیں نقل کی ہیں کہ آپ ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے، "**کان رسول اللہ ﷺ یلبس قلنسوة بیضاء ......الخ**". (حلال وحرام،ص:۲۰۲،۲۰۳)

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم (استاذ الحدیث ومفتی دار العلوم زکریا جنوبی افریقا) ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ٹوپی کو سترہ بنانے والی حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال درست نہیں، نیز مختلف روایات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت رحمہم اللہ تعالیٰ کا عمل بھی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا منقول ہے۔

ملاحظہ ہو درمختار میں ہے:

(فی باب مکروهات الصلاة): (وصلاته حاسراً) ای کاشفاً (راسه للتكاسل) وفی الشامی: (للتكاسل)ای لأجل الكسل بأن استثقل تغطيته ولم يرها امراًمهماً فی الصلاة فتركها للذلک......الخ.(الدر المختار مع الشامی :١/٦٤١، مکروهات الصلاة، سعید، و کذا فی شرح منية المصلی، ص:٣٤٨، سهيل)۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہو گیا ہے اور اس کو فساق وفجار نے اختیار کیا ہے اور یہ بہت قبیح ہے علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔"**ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح و فيه اسقاط مروة و ترک ادب**" عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروت کو ختم کرنا ہے اور ادب اور شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے (تلبیس ابلیس:ص۳۷۲)۔

قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”و یکره کشف الرأس بین الناس“ لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے (غنیۃ الطالبین: ۱/۱۳، فتاوی رحیمیہ: ۶/۳۵۱)۔

سترہ بنانے والی روایت ضعیف ہے:

ملاحظہ ہو مقالات الکوثری میں ہے:

و اما یروی من انه صلی الله علیه وسلم کان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه و هو یصلی فضعیف کما فی شرح الشمائل و غیره فلا یعرج علیه ولیس له ذکر فی دواوین الحدیث المعتبرة فلا یمکن ان یناهض العمل المتوارث والسنة المتوارثة فی تغطیة الرأس .(مقالات الکوثری : ص ۱۷۲ ، کشف الرؤوس، دار شمسی للنشر)۔

ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا ثبوت:

ملاحظہ ہو بخاری شریف میں ہے:

عن الحسن رحمه الله تعالیٰ کان القوم یسجدون علی العمامة القلنسوة. (بخاری شریف ۱/۵٦، باب السجود علی الثوب فی شدة الحر)

عن ابراهیم النخعی رحمه الله تعالیٰ قال: کانوا (الصحابة رضی الله عنهم) یصلون فی مساتقهم و برانسهم . (مصنف عبدالرزاق:باب الرجل یسجد لا یخرج یدیه)۔

زادالمعاد میں ہے:

کانت له عمامة تسمی السحاب کساها علیاً رضی الله تعالیٰ عنه

وکـان یـلبسهـا و یـلبس تـحتها القلنسوة. (زاد الـمـعاد :١/ ١٣٥/فصل فی ملابسه، مؤ سسة الرسالة)

ترمذی شریف میں ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیـه وسـلم یقول: ثم الشهداء اربعة رجل مؤمن جید الایمان .....هکذا ور فـع رأسـه حتـی وقـعت قلنسوته قال: ما أدری أ قلنسوة عمر رضی اللّٰه عنه اراد أم قلنسوته النبیﷺ. (رواه ترمذی ،١ /٢٩٤،مطبعه دیوبند)

مجمع الزوائد میں ہے:

عـن ابـن عـمر رضی اللّٰه عنهما قال: کا ن رسول اللّٰهﷺ یلبس الـقـلـنسـوـة بیـضـاء. رواه طبـرانی وعنه کان رسول اللّٰهﷺ یلبس کمة بیـضاء. رواه الطبرانی فی الاوسط. (مـجمع الزوائد : ٥/١٢١، دار الریان و شعب الایمان: ٥/١٧٥)

عـن ابی هریرةؓ قال: رأیت علی رسول اللّٰهﷺ قلنسوة خماسیة طویلة .(مسند ابی حنیفه رحمه اللّٰه تعالیٰ: ١٣٧/١، باب العین، الکوثر)

فـقد ثبت من هذه الاحادیث ان رسول اللّٰهﷺ لبس قلنسوة فی عـامة الاحـوال و الاوقـات وکـذلک عدة احادیث تدل علی ان الصحابة رضی اللّٰه عنهم کانوا یلبسون القلنسوة فی الصلاة کمامر .

مقالات کوثری میں ہے:

و الـحـاصـل: انه لم یثبت عن النبیﷺ کشف الرأس من غیر عذر

حتی نقتدی بهﷺ فی کشف الرأس فی الصلاۃ و قد سبق بیان عادۃ النصاری من کشف الرؤوس فی صلاتهم بل هم یفعلون کذلک فی کل موقف احترام یقفونه .(مقالات الکوثری، ص: ۱۷۳)

قال الشیخ رشید رضاء فی مقالة طبعت فی مجلة المنار: و تکره فی احوال ثلاثة:

الاول: لو یتعود علی کشف الرأس.

والثانی: یحسر عن رأسه حال کونه یصلی بالجماعة مع اناس یغطون رؤوسهم.

والثالث: یصر علی کشف رأسه فی المسجد بمحضر من یکره کشف الرأس ثم ینقد علی ذلک فحینئذ تکره الصلاۃ.

والوجه فی حالة الاولی لکراهة انه یتعود علی شئ لاثبوت له من النص بل فعله ذلک یخالف السنة المتوارثة المقبولة من القرون.

العلة فی حالة الثانیة انه یخالف الاجماع و هو محظور فی الاسلام.

و سبب الکراهة فی الحالة الثالثة أن هذا الرجل یکون مسببا للغیبة و الجدال. (السنن و البدعات،ص : ۵۰)۔

الخلاصة: تکره الصلاۃ مکشوف الرأس، لأ ننا أثبتنا ان لبس القلنسوۃ کانت سنة مستمرۃ و لم یثبت ان النبی ﷺ حاسراً الرأس بلا ضرورۃ و کذلک هو معمول به من بدایة الاسلام الیٰ هذا العصر و کشف

الرأس فی جمیع الاحوال مکروه. واللہ اعلم. (فتاوی دارالعلوم زکریا،ص:۱۴۶ تا۱۴۹،ج:۲)

(خلاصہ): مولانا غلام رسول صاحب نے ٹوپی پہننے کے جواز کی جو صورتیں بیان فرمائی ہیں یعنی ضعف اور طویل العمر، کمزوری دماغ وغیرہ، واضح ہو کہ ٹوپی پہننے کے جواز کی ان مذکورہ صورتوں کو نہ کہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور نہ ہی اکابرین علماء دیوبند رحمہم اللہ نے، بلکہ یہ تو مولانا موصوف صاحب کا اپنا ذاتی اجتہاد ہے کہ وہ ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ ٹوپی پہننے کو بچگانہ اور طفلانہ لباس کہتے ہیں۔

کیا عمامہ مبارک کا پہننا سنت مؤکدہ ہے؟

مولانا موصوف صاحب مزید ص۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''عمامہ کی طرح ایک سنت مؤکدہ داڑھی مبارکہ بھی ہے جس کی اہمیت کے اعتبار سے علماء محققین نے وجوب کا درجہ بھی لکھا ہے''۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ داڑھی مبارکہ سنت مؤکدہ ہے۔لیکن مولانا موصوف صاحب نے عمامہ مبارک کو بھی سنن مؤکدہ میں شمار کر لیا ہے۔ اس میں احقر (خالد حنفی) کو اشکال ہے اس لئے کہ اکابرین علماء کرام نے عمامہ مبارک کو سنن غیر مؤکدہ اور سنن زائدہ میں شمار کرلیا ہے۔

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فرید صاحب نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''عمامہ پہننا سنت رسول اور سنت ملائکہ ہے اور اس کا پہننا ہر مسلمان کے لئے

سنت زائدہ اور مستحب ہے''.....الخ۔(فتاوی فریدیہ، ج:۲،ص:۲۹۲،۲۹۳)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''پگڑی کے بغیر نماز ہو جاتی ہے پگڑی پہننا سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ ہے اور یہ صرف نماز کی سنت نہیں بلکہ عام سنت ہے''۔(آپ کے مسائل اوران کا حل، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن،ص:۴۶۷،ج:۳)

فضیلت عمامہ کی روایات ضعیف ہیں

مولانا غلام رسول صاحب ص۴۴ پر لکھتے ہیں:

فضیلت عمامہ اور اس کی سنیت کے دلائل راجحہ مع حوالہ جات موعودہ:

روی ابن عساکر عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہ مرفوعاً صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تفضل خمسا و عشرین صلوٰۃ بغیرعمامۃ وجمعۃ تفضل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ، یدل علی فضیلۃ عمامۃ مطلقاً. (مرقاۃ، ص: ۲۵)

روی القاضاعی و الدیلمی فی سند الفردوس عن علی رضی اللّٰہ عنہ مرفوعاً العمائم تیجان العرب والاحطباء حیطانھا و جلوس المؤمن فی المسجد رباط و رویٰ عنہ رکانۃ عن جماعۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فرق ما بیننا (ای الفارق معشر المسلمین و بین المشرکین) العمائم علی القلانس عن الجزری قال بعض العلماء السنۃ ان یلبس القلانس و العمامۃ و امالبس القلنسوۃ فھوزی المشرکین لما فی حدیث ابی داؤد

والترمذی عن رکانة الحدیث الخ، قال میرک روی ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یلبس القلانس تحت العمائم و یلبس العمائم بغیر القلانس آہ ولم یرو انهﷺ لبس القلنسوة بغیر العمائم فتبین ان تکون هذا زی المشرکین و روی البارودی عن رکانة العمامة علی القلنسوة فصل ما بیننا و بین المشرکین ویعطی یوم القیامة بکل کورة یدورها علی رأسه نوراً.

(مرقاة، ص: ۲۵۰، بحواله ابوداؤد)

مولانا موصوف صاحب نے عمامہ کے فضیلت کے بارے میں مرقاۃ کے حوالے سے جتنے بھی روایات نقل کیں ہیں، لہٰذا یہ تمام روایات ضعیف ہیں اوران ضعیف روایات سے عمامہ کی فضیلت تو ثابت ہوجاتی ہے، لیکن کوئی شخص ان ضعیف روایات سے عمامہ کے پہننے کوضروری قرارنہیں دے سکتا۔

(فائدة اخری)لم اجد فی فضل العمامةحدیثا مرفوعاً صحیحاً وکل ماجاء فیه فهی اما ضعیفة أوموضوعة فمنها مارواه القضاعی والدیلمی فی مسند الفردوس عن علی مرفوعاً: العمائم تیجان العرب والاحتباء حیطانهاوجلوس المؤمن فی المسجد رباطه، قال فی المقاصد ضعیف و اخرج البیهقی معناه من قول الزهری.

و منها حدیث: علیکم بالعمائم فانها سیما الملائکة و أرخوهاخلف ظهورکم اخرجه ابن عدی والبیهقی فی الخلاصة وهوموضوع، وقال فی اللآلی: لا یصح، و قال: له طریق آخر عن ابن

عباس اخرجه الحاكم فی المستدرک.

ومنها ماروا ه ابن عساکر والدیلمی عن ابن عمر مرفوعاً: صلاة تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمساوعشرین صلاة بلاعمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة، قال المناوی: قال ابن حجر: موضوع وکذلک قال الشوکانی فی کتابه الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة وفی الباب رویات اخری ذکرها الشوکانی وغیره فی موضوعاتهم. (تحفة الاحوذی، ص: ٤١٤ ، ٤١٥ ، ج:٥)

ولم یذکر البخاری فی هذا الباب شیئاً من أمور العمامة، فکانه لم یثبت عنده علیٰ شرطه فی العمامة شیء.....الخ. (عمدة القاری، ج:٢١،ص:٤٥٥)

''ولم یذ کر البخاری فی العمامة شیئاً ولعله لم یثبت عنده شیء علی شرطه فیها''.....الخ .(ارشاد الساری، ص: ٤٢٧ ،٤٢٨،ج:٨)

قال العلامة المحدث الکبیرالشیخ محمد زکریا الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: (باب العمائم) قال الحافظ کانه لم یثبت عنده علی شرطه فی العمامة شی ء.....الخ. (ابواب والتراجم لصحیح البخاری، ص: ١٠٥، ج:٣)

(خلاصہ): **مذکورہ بالاحوالہ جات سے معلوم ہوا کہ عمامہ مبارک کے فضیلت کے بارے میں جتنے بھی روایات کتب حدیث میں ملتی ہیں یا تو وہ روایات موضوع ہیں یا ضعیف۔**

ٹوپی پہننا اسلامی شعار ہے

مولانا موصوف صاحب مزید آگے ص ۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

”کیونکہ عموماً اس وصف سفاہت (بے عقلی) سے بچے ذرا زیادہ موصوف نظر آتے ہیں اس لئے کہ ان کے والدین ان کے سروں پر صرف ٹوپیاں ہی پہنا کر مدارس میں پڑھنے کے لئے بھیجا کرتے ہیں باقی اسکولی متعلمین تو سر برہنگی کو حیوانوں کی طرح ہنر سمجھتے ہیں کیونکہ بچوں کی روزمرہ کی عادت ہے کہ عموماً ان کا آنا جانا کھیلنے کی حالت سے ہوتی ہے اور کبھی اپنی ٹوپیوں سے بھی کھیلا کرتے ہیں ان کے ایسے کھیل والی منظر سرعام ہوتے ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں اس لئے ٹوپی کی نسبت بچوں سے مناسب تر ہوگا جو رجال کی شان سے بعید ہے“۔

جاننا چاہئے کہ ٹوپی پہننا حضور ﷺ کی سنت اور اسلامی شعار ہے۔

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

ٹوپی پہننا اسلامی شعار اور مسلمانوں کا مہذب لباس ہے صحیح حدیث پاک میں حضور ﷺ سے عام حالات میں سر پر ٹوپی رکھنے کا ثبوت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر ایسی ٹوپی ہوا کرتی تھی جو سر سے چپکی رہتی تھی....الخ۔

عن ابن عمرؓ قال کا ن رسول اللہ ﷺ : یلبس قلنسوۃ بیضاء.

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۳/ ۲۰۴، رقم : ۱۳۹۲)

” اخرج البیھقی عن ابراھیم التیمی عن ابن عمر : أن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ن یلبس قلنسوۃ بیضاء “ . (شعب الایمان

للبیھقی ،١٧٥/٥، رقم :٦٢٥٨ ،کذا فی مجمع الزوائد، باب فی القلنسوة ، ١٢١/٥ بیروت .... کنزا لعمال ٧: ٤٦ ،رقم ١٨٢٨٢)

اخرج الترمذی عن ابی سعید وھو عبداللّٰہ بن بسر قال: سمعت اباکبشة الانماری یقول کانت کمام اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ بطحا، قال المحشی ای مبسوطة لازقة برؤسھم غیر مرتفعة عنھا... الخ. (ترمذی مع ھامشه ،ابواب اللباس بلا ترجمة ،١: ٣٠٨ ، دار السلام ،رقم :١٧٨٢)

کانت کمام اصحاب رسول اللّٰہﷺ بطحا، ای لازقة بالرأس غیر ذاھبة فی الھواء، الکمام جمع کمة وھی القلنسوة. (النھایة فی غریب الحدیث وا لأثر، دار الکتب العلمیة،١: ١٣٤) ۔(**فتاوی قاسمیہ ص۳۵۶،۳۵۷، ج:۷**)

کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ٹاٹ کالباس پہنا تھا؟

مولانا موصوف صاحب ص۵۴ پر لکھتے ہیں کہ:

’’جس طرح صدیق اکبرؓ نے تبوک کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے خدمت اقدس میں اپنا سارا مال پیش فرمایا اور ٹاٹ والے کپڑے زیب تن کر کے ان میں کانٹے لگا کر پیش ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ حالت بہت پسند آیا تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی ان جیسی لباس پہننے کا حکم دے کر فرمایا تھا جس کی تائید آیت ھٰذا سے بھی عیاں ہے۔

’’**ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن وداً**‘‘ .

مولانا موصوف صاحب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں

جوواقعہ بیان فرمایاہےعلماءمحدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ من گھڑت ہے۔

حضرت مولانا مفتی صداقت علی صاحب لکھتے ہیں:

هبط على جبريل عليه السلام و عليه طنفسة وهو متخلل بها فقلت يا جبريل ما نزلت الى فى مثل هذا الزى؟ قال : ان الله امر الملائكة أن تتخلل فى السماء كتخلل ابى بكر فى الارض".

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے): مجھ پر جبرائیل علیہ السلام اس حال میں اترے کہ وہ ٹاٹ کا لباس اوڑھے ہوئے تھے، تو میں نے کہا اے جبرائیل !تم تو پہلے کبھی اس حلیہ میں نہیں اترے (آج اس قسم کا لباس پہننے کی کیا خاص وجہ ہے؟) تو حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آسمان میں وہ لباس پہنیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زمین میں پہنا ہوا ہے۔

یہ حدیث بھی زبان زد عام ہے، حالانکہ اس حدیث کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ ،امام ابن عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر محدثین نے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ (چند معروف لیکن غیر مستند احادیث، ص:۵۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالباقی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ایک مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ٹاٹ کا لباس پہنا تو آسمان سے سلام آیا اور کہا گیا کہ ابوبکر سے پوچھو کہ وہ مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔ یہ واقعہ من گھڑت ہے۔

جزى الله شيخنا عبدالرحمٰن الفقيه خيراً:

و فى الميزان الاعتدال للحافظ الذهبى

عـمـر بن حفص السيارى حدثنا العلاء بن عمرو عن ابى اسحاق الـفـزارى عـن سـفـيـان عـن آدم بـن على عن ابن عمر قال بينما النبىﷺ جـالـس و عـنـده ابـوبـكـر عليه عباء قد خللها على صدره بخلال اذا نزل جبـرائيـل فأقرأه من اللّٰه السلام و قال مالى ارى ابابكر عليه عباء قد خللها قال يا جبرائيل انفق ماله على قال فاقرئه من اللّٰه السلام و قل له يقول لك ربك أ راض انـت عـنـى فـى فـقـرك أم ســاخـط و ذكـر الحديث ...و هو كذب .

وقال الحافظ العراقى فى تخريج الاحياء:

حـديـث ابـن عـمر بينما رسول اللّٰهﷺ جالس و عنده ابو بكر و عليه عبأة قد خللها على صدره بخلال اذا نزل جبريل عليه السلام فأقراه عن اللّٰه السلام وقال له: يا رسول اللّٰه مالى أرى ابا بكر عليه عبأة قد خللها على صـدره بخلال، فقال انفق ماله على قبل الفتح، قال، فا قرئه من اللّٰه السلام و قـل له يقول لك ربك أراض انت عنى فى فقرك هذا أم ساخط قال: فالتفت النبىﷺ الى ابى بكر وقال يا ابا بكر هذا جبريل يقرئك السلام مـن الـلّٰـه و يـقـول أراض انـت عـنـى فـى فقرك هذا أم ساخط قال فبكى ابوبكر رضى اللّٰه عنه و قال: أعلى ربى اسخط؟ انا عن ربى راض.

اخـرجه ابن حبان والعقيلى فى الضعفاء و قال الذهبى فى الميزان هو كذب. (تـنبيهات، ص: ٧ / و كذا فى لسان ميزان للابن حجر العسقلانى ، ج :٥، ص:٦٦٧٤٦٦٤)

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہونے والی روایت قطعاً جھوٹی اور موضوع ہے، ایسی موضوع روایات کو عوام میں بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

حدیثهبط جبريل عليه السلام و عليه طنفسة وهو متجلل بها فقال النبیﷺ: يا جبريل! ما نزلت الى فى مثل هذا الزى؟ قال : ان الله امر الملائكة أن تتجلل فى السماء كتجلل ابى بكر فى الارض. ورواه الخطيب عن ابن عباس وهو موضوع. (فوائد المجموعة فى بيان أحاديث الموضوعة، ١١٩/١١٨ لاهور)فقط والله تعالىٰ اعلم۔ (كتاب النوازل، ج:١٧، ص: ١٩١)

(خلاصہ):ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ مولانا موصوف صاحب نے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں جو واقعہ نکل کیا ہے یہ واقعہ سراسر غلط اور من گھڑت ہے۔لہٰذا مولانا موصوف نے یہاں پر ایک بڑی غلطی یہ کی ہے کہ انہوں نے بلا تحقیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں ایک من گھڑت واقعہ نقل کیا ہے اور اس سے بڑھ کر دوسری بڑی غلطی یہ کی ہے کہ اس من گھڑت واقعہ کی تائید میں سورت مریم کی آیت (۹۶) کو پیش کیا ہے۔

نبی کریمﷺ سے مختلف رنگوں کا عمامہ پہننا ثابت ہے

مولانا موصوف صاحب ص ۶۳ پر مفتی عبدالمعبود صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

’’ذخیرہ احادیث میں عمامہ کے تین رنگ ملتے ہیں سیاہ، سفید، سبز، سبز عمامہ جو مائل بسیاہی ہو وہ سیاہ میں داخل ہو جائے گا۔لہٰذا عرب کے ہاں سیاہ کا اطلاق جس طرح کالے رنگ پر استعمال ہوتا ہے اس گہرے سبز پر بھی ہوتا ہے جو مائل بسیاہی ہو‘‘۔

مولانا غلام رسول صاحب نے مفتی عبدالمعبود صاحب کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ احادیث میں عمامہ کے تین رنگ ملتے ہیں، سیاہ، سفید، سبز، حالانکہ اس سے قبل مولانا موصوف صاحب نے زرد رنگ کا عمامہ پہننے کو بھی حضور ﷺ سے ثابت کیا ہے، مولانا موصوف صاحب لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ زرد قمیص زرد چادر اور زرد عمامہ میں ملبوس تھے۔(حسن العمائم کطلوع الغمائم، ص:۶۳)

لہٰذا مولانا موصوف صاحب کا مفتی عبدالمعبود صاحب کے حوالے سے یہ لکھنا کہ ذخیرہ احادیث میں عمامہ کے تین رنگ ملتے ہیں درست نہیں، اس لئے کہ ذخیرہ احادیث میں عمامہ کے ان مذکورہ تین رنگوں کے علاوہ اور رنگ بھی ملتے ہیں، جیسے سیاہ، سفید، لال، سبز، زرد۔

مولانا عزیز احمد مفتاحیؒ صاحب مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان ابن ابی عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین پر سیاہ، سفید، لال، زرد اور پیلے عمامہ دیکھے۔

”عن سليمان بن ابى عبدالله رحمه الله قال : ادركت المهاجرين الاولين يعتمون بعمائم كرابيس سود و بيض وحمر وخضر و صفر ...... الخ . (عمامہ کی شرعی حیثیت، ص:۱۱۷، ۱۱۸)

مولانا محمد سلمان صاحب لکھتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سے مختلف رنگوں کا عمامہ

پہننا ثابت ہے۔

(۱)سیاہ عمامہ (۲) سفید عمامہ (۳)زرد عمامہ (۴)سرخ عمامہ

کالا عمامہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال دخل النبی ﷺ مکة یوم الفتح وعلیه عمامة سوداء. (ترمذی : ۱۷۳۵)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو منبر پر تشریف فرما دیکھا اور آپؐ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دونوں کناروں کو آپؐ نے اپنے دونوں کندھوں پر لٹکایا ہوا تھا۔

عن جعفر بن عمرو بن حریث عن ابیه قال: رایت النبی ﷺ علی المنبر و علیه عمامة سوداء قدارخی طرفیها بین کتفیه. (ابوداؤد : ٤٠٧٧)

سفید عمامہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کالے رنگ کا ایک کھردرے کپڑے کا عمامہ پہنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور ان کا عمامہ کھولا اور پھر ان کے سر پر سفید عمامہ باندھا اور اس کا شملہ پیچھے کی جانب چار انگلیوں یا اس کے قریب قریب کی مقدار کے برابر چھوڑ دیا اور فرمایا: پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عوف اس طرح عمامہ باندھا کرو اس لئے کہ یہ بہت اچھا اور خوبصورت ہے۔

واصبح عبدالرحمٰن قد اعتم بعمامة من کرابیس سوداء فادناه النبی ﷺ ثم نقضه وعممه بعمامة بیضاء وارسل من خلفه اربع اصابع او نحوذلک و قال هکذا یاابن عوف اعتم فانه اعرب واحسن". (مستدرک

حاکم،٤/٥٨٢)۔

الحسن بن صالح عن ابیه قال رایت علی الشعبی عمامة بیضاء قد ارخی طرفها ولم یرسله.(ابن ابی شیبه: ٢٤٩٧٢)۔

اسماعیل بن عبدالملک قال رایت علی سعید بن جبیر عمامة بیضاء۔(ابن ابی شیبه:٢٤٩٧٣)۔

زرد عمامہ: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دوزعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں میں دیکھا، ایک کپڑا چادر تھی اور دوسرا کپڑا عمامہ تھا۔

عن اسماعیل بن عبداللّٰہ بن جعفر عن ابیه رضی اللّٰہ عنه قال رأیت رسول اللّٰہ ﷺ وعلیه ثوبان مصبوغان بالزعفران رداء وعمامة.(مستدرک حاکم، ٤/٢٠٩، رقم: ٧٣٩٥)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد ہوتے تھے تو ان سے کہا گیا کہ آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا زرد رنگ سے رنگا کرتے تھے اور حضور ﷺ کو اس سے زیادہ کوئی رنگ پسند نہیں تھا اور کبھی آپ ﷺ اس سے اپنے سارے کپڑوں کو بھی رنگا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنا عمامہ بھی۔

عن زید یعنی ابن اسلم ان ابن عمر کان یصبغ لحیته بالصفرة حتی تمتلیء ثیابه من الصفرة فقیل له لم تصبغ بالصفرة فقال انی رایت رسول اللّٰہ ﷺ یصبغ بها ولم یکن شی ء احب الیه منها و قد کان یصبغ ثیابه کلها حتی عمامة. (ابوداؤد: ٤٠٦٤)

حضرت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہمارے پاس نکل آئے آپ زرد رنگ کی قمیص، زرد رنگ کی چادر اور زرد رنگ کا عمامہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال خرج علینا رسول اللّٰہ ﷺ وعلیہ قمیص اصفر و رداء اصفر وعمامۃ صفرء. (تاریخ دمشق لابن عساکر: ٣٨٥/٣٤، رقم: ٣٨١٤)

سرخ عمامہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وضو کرتے دیکھا آپ ﷺ نے قطری (سرخ دھاریوں والا کھردرا) عمامہ پہنا ہوا تھا، آپؐ نے اپنے عمامہ کے نیچے سے اپنا ہاتھ داخل فرما کر عمامہ کھولے بغیر سر کے اگلے حصہ کا مسح فرمایا۔

رایت رسول اللّٰہ ﷺ یتوضاء وعلیہ قطریۃ، فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدم راسہ ولم ینقض العمامۃ. (ابو داؤد: ١٤٧)

ھو ضرب من البرود فیہ حمرۃ ولھا اعلام فیھا بعض الخشونۃ. (النھایۃ لا بن الاثیر: ٨٠/٤)

و استدل بہ علی التعمم با لحمرۃ وھو استدلال صحیح. (عون المعبود: ١٧٢/١)۔ (لباس کے اسلامی آداب و مسائل ص: ١٠٦ تا ١٠٨)

مختلف رنگوں کی پگڑی باندھنے کا حکم

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ سے کالے، سفید، زرد اور سرخ رنگ کی پگڑیوں کا ثبوت

روایات میں ملتا ہے کالے اورسفید رنگ میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ مردوں کے لئے زرد رنگ اور سرخ رنگ کے لباس کے استعمال سے بعض روایات میں چونکہ ممانعت وارد ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف ہے لیکن اکثر علماء کا قول جواز کا ہے اور جن روایات میں نہی وارد ہے ان روایات کو یہ حضرات اصفر فاقع (گہرا زرد رنگ) اور احمر قانی (گہرا سرخ رنگ) پر معمول کرتے ہیں، جہاں تک سبز رنگ کی پگڑی استعمال کرنے کا تعلق ہے تو کسی صحیح روایت سے یہ رنگ ثابت نہیں۔

علامہ کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سبز رنگ کی پگڑی کے متعلق لوگ عموماً پوچھتے ہیں لیکن علامہ خفاجی نے شرح شفا میں جو تفصیل نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سبز رنگ کی پگڑی نہیں پہنی۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ ''الحاوی للفتاوی'' میں سادات کے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں:

هم يلبسون العمامة الخضراء والجواب أن هذه العمامة ليس لها أصل فی الشرع، ولا فی السنة، ولا كانت فی الزمن القديم، وا نماحدثت سنة ثلاث وسبعمائة بأمر الملک الاشرف يعنی شعبان بن حسين .

یعنی یہ سادات سبز رنگ کی پگڑی بطور علامت وامتیاز استعمال کرتے ہیں لیکن شریعت سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ رنگ ۷۷۳ ہجری میں شعبان بن حسین نامی حکمران کے حکم سے رائج ہوا ہے۔

اسی طرح ابن حجر ہیثمیؒ نے بھی اپنے فتاوی میں تحریر فرمایا: **واما العلامة الخضراء فلا اصل لها وانما حدثت سنة ثلاث وسبعين وسبعمائة بامر**

الملک شعبان بن حسین .

البتہ حضرات صحابہؓ نے مختلف رنگ کی جو پگڑیاں استعمال فرمائیں، مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ان رنگوں میں سبز رنگ کا بھی ذکر ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں سبز کپڑے جنتیوں کا لباس ہے۔

الثیاب الخضر من لباس اهل الجنة قال تعالیٰ: "ویلبسون ثیابا خضرا من سندس و استبر ق".

اسی طرح طبرانی اور بیہقی نے حضرت انسؓ سے نقل فرمائی ہے: **ان النبی ﷺ کا ن یحب او قال کان احب الالوان الی رسول اللّٰہ ﷺ الخضرة".** (رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ سب سے زیادہ پسند تھا)۔

لہٰذا سبز رنگ کی پگڑی کو دوسرے رنگوں پر ترجیح دیئے بغیر اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو جائز ہے ہاں اگر کوئی اسے اپنا شعار اور امتیازی علامت بنا دے اور دوسرے رنگوں پر اس کو ترجیح اور فوقیت دے، ایسی صورت میں اس کا استعمال بدعت کہلائے گا کیونکہ کسی مباح اور مستحب چیز کا التزام بدعت اور قابل ترک ہوتا ہے۔(کشف الباری، کتاب اللباس، ص: ۱۷۱تا۱۷۳)

مولانا محمد سلمان صاحب لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سبز عمامہ پہننا ثابت ہے یا نہیں؟

سبز پگڑی کا پہننا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں، البتہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو مختلف رنگ کی پگڑیاں پہنی ہیں، ان میں سے ایک رنگ سبز بھی ذکر کیا گیا ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

حضرت سلیمان بن ابی عبداللہ فرماتے ہیں، میں نے اولین مہاجرین صحابہ کرام کو پایا ہے وہ لوگ کھردرے کپڑے کے سیاہ، سفید، سرخ، سبز اور زرد عمامے پہنا کرتے تھے۔

عن سلیمان بن ابی عبداللّٰہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر. (ابن ابی شیبة : ۲٤۹۸۷)

سبز پگڑی کا حکم: سبز رنگ چونکہ آپ ﷺ کو محبوب تھا، جنتیوں کا لباس بھی قرآن کریم میں سبز بیان کیا گیا ہے اس لئے سبز رنگ کی پگڑی کو دوسرے رنگوں پر ترجیح دیئے بغیر اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو جائز ہے ہاں اگر کوئی اسے اپنا شعار اور امتیازی علامت بنالے اور دوسرے رنگوں پر اس کو ترجیح اور فوقیت دے ایسی صورت میں اس کا استعمال بدعت کہلائے گا، کیونکہ کسی مباح اور مستحب چیز کا التزام بدعت اور قابل ترک ہوتا ہے... الخ۔

آج کل چونکہ یہ ایک مخصوص طبقہ کا علامتی نشان بن گیا ہے نیز لہٰذا ترک کرنا ہی اولیٰ ہے کیونکہ شریعت کا اصول ہے جب کوئی سنت کام اہل بدعت کا شعار بن جائے تو اس کا ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے، چہ جائیکہ وہ عمل سنت ہی نہ ہو اور اہل بدعت کا شعار بن چکا ہو تو اس کا ترک بطریق اولیٰ ضروری ہوگا، "**کل سنة تکون شعار اهل البدعة ترکها اولی**". (مرقاة ، باب المشی بالجنازة : ۱۲۱۱/۳) ......الخ۔(لباس کے اسلامی آداب و مسائل ص ۱۰۸ ـ ۱۰۹)

کیا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ناجائز ہے؟

مولانا موصوف صاحب ص ٦۵ پر لکھتے ہیں کہ:

"لہٰذا قلانس پوش حضرات کے لئے ہر طرف سے نمازوں کے اوقات میں

ٹوپیوں پہننے کی جواز کے راستے مسدود ہو گئے‘‘۔

مولانا موصوف صاحب کے مذکورہ عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ان کے نزدیک جائز نہیں، حالانکہ یہ مولانا موصوف صاحب کی غلطی ہے اس لئے کہ ٹوپی پہن کر نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل و مستحب ہے، لیکن عمامہ کے ہوتے ہوئے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا بھی درست ہے، نیز عوام میں مشہور ہے کہ امام نے ٹوپی پہن رکھی ہو، اور مقتدیوں نے عمامہ باندھ رکھا ہو تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے، عوام کا یہ کہنا درست نہیں، البتہ اگر کوئی شخص عمامہ پہنے بغیر گھر سے نہ نکلتا ہو اور شرفاء کے مجالس میں بھی نہ جاتا ہو تو ایسے شخص کی نماز بغیر عمامہ کے مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کر گھر سے نکلتا ہو اور شرفاء کے مجالس میں بھی جاتا ہو تو ایسے شخص کی نماز بغیر عمامہ کے بلا کراہت جائز ہے بلکہ اکابرین علماء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے لیکن کبھی کبھی عمامہ نہ باندھا جائے تا کہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں۔

قال العلامة عبدالحی نور اللّٰہ مرقدہٗ: وقد سئلت غير مرة عن الصلاة بغير عمامة هل تكره، كما هو المشهور بين العوام فتجسسته فى كتب الفقه، فلم اجد سوى قولهم: المستحب ان يصلى فى ثلاثة اثواب، ازار و قميص وعمامة، وهو لايدل على كراهة الصحة بدونها كما حرره بعض علماء عصرنا ظانا ان ترك المستحب مكروه، وذلک لانه قد صرح فى البحر الرائق وغيره ان المستحب لا تلزم منه الكراهة مالم يقم دليل خارجى عليه...الخ.

وافاد الوالد العلام فی بعض تحریراته تکره الصلاۃ بدونها فی البلاد التی عادۃ سکانها انهم لایذهبون الٰی الکبراء بدون العمامة بل ولایخرجون من بیوتهم الا متعممین، و أما فی البلاد التی لایعتادون فیها ذلک فلا، و قد اشتهر بین العوام ان الامام ان کان غیر متعمم والمقتدون متعممین، فصلاتهم مکروهة، وهذا ایضاً زخرف من القول لا دلیل علیه، فاحفظ. (نفع المفتی والسائل، ص: ۱۱۲ ـ ۱۱۳)

فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

کسی نے بلا عمامہ نماز کو مکروہ نہیں کہا اگر کہا تو وہ قول ماؤل ہے تبرک ندب ورنہ مردود ہوگا۔ فقط۔ (فتاوی رشیدیہ مبوب بطرز جدید، ص:۳۴۶)

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

سوال: اگر امام کے سر پر عمامہ نہ ہو اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہو تو نماز کراہت ہے یا نہیں؟

جواب: کراہت نہیں۔

سوال: مشہور ہے کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ عمامہ موجود ہوتے ہوئے بدون عمامہ کے نماز مکروہ ہے صحیح یا نہیں؟

جواب۔ صحیح نہیں، البتہ اگر کوئی شخص بدون عمامہ کے گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لئے خود نماز ہی بلا عمامہ مکروہ ہے خواہ امام ہو یا نہ ہو۔ **فی الدر المختار وصلوته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته**۔ (امداد الفتاوی، ص:۳۱۱، ج:۱)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر امام بلا عمامہ کے نماز پڑھاوے اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں تو سب کی نماز درست ہے کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی......الخ۔(امداد الاحکام،ص:۵۲۲،ج:۱)

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ٹوپی یا ترکی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے ترکی ٹوپی پہن کر امامت کرنا مفسد نماز نہیں ہے۔(کفایۃ المفتی،ص:۹۶،ج:۳)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

امام صاحب کے لباس میں عمامہ شامل ہو یعنی بغیر عمامہ باندھے بازار و مجالس میں نہ جاتے ہوں تو ایسے امام صاحب کا بغیر عمامہ باندھے نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے اور جن کے لباس میں عمامہ شامل نہ ہو ان کے لئے مکروہ نہیں، عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تاکہ عوام اس کو لازم نہ سمجھ لیں۔(فتاوی رحیمیہ،ص:۱۲۴،ج:۵)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''بغیر عمامہ کے نماز پڑھانا اور امامت کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی''۔(مستفاد:عزیز الفتاوی،۸/۳۹).....الخ۔(فتاوی قاسمیہ، ص:۲۶۸،ج:۶)

مونچھوں کا بیان

کیا مونچھوں کا حلق کرنا تغییر خلق اللہ ہے؟ (العیاذ باللہ)

مولانا غلام رسول صاحب اپنی کتاب (حسن العمائم کطلوع الغمائم) کے ص (۲۵) پر مسئلہ شوارب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

باقی رہا مسئلہ شوارب (مونچھوں) کے معاملہ کا تو اس کی حالت بھی غیر صحیح دیکھی جارہی ہے چنانچہ ہمارے کچھ شیوخ اصفیا مزاج والے فضلاء تو صفائی کے خیال سے مونچھوں کے دشمن بن کے شفت علیا کو تو حلق کے مانند صاف کر کے رخ رجلیت کے شطر حسن کو بگاڑ کر معاذ اللہ مثلہ نما بنا دیتے ہیں جس کو تغییر خلق اللہ کہا جائے تو بجا ہوگا...الخ۔

مولانا موصوف صاحب مونچھوں کے حلق کے بارے میں مزید ص ۳۹ پر لکھتے ہیں:

''شوارب (مونچھوں) کی حالت بھی افراط وتفریط کی شکار بن چکی ہے چنانچہ کچھ صوفی طبع بھائی تو شوارب کی صفائی میں مبالغہ سے کام لیکر حلق جیسی خوب صفائی کیا کرتے ہیں جو بجائے حسن چہرہ بڑھانے کے مزید اس سے چہرہ کو بے رونق بنا کر خوبصورتی کو مٹا کر دم لیتے ہیں، جسے مثلہ سے تعبیر کیا جائے تو بیجا نہ ہوگا...الخ''۔

مولانا موصوف صاحب مسئلہ عمامہ کی طرح مسئلہ شوارب میں بھی افراط وتفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں، اس لئے کہ مولانا موصوف صاحب کا حلق الشوارب سے قطعی طور پر انکار کرنا سراسر غلط ہے اور جو لوگ مونچھوں کو منڈاتے ہیں مولانا موصوف صاحب کا ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا بھی غلط ہے کہ:

''شفت علیا کو تو حلق کے مانند صاف کر کے رخ رجلیت کے شطر حسن کو بگاڑ کر

معاذ اللہ مثلہ نما بنادیتے ہیں جس کو تغییر خلق اللہ کہا جائے تو بجا ہوگا‘‘۔

اس لئے کہ بعض روایات میں لفظ حلق بھی آیا ہے جیسا کہ نسائی شریف کی ایک روایت میں منقول ہے اور اسی طرح امام ابوبکر جصاص ؒ نے بھی احکام القرآن میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں لفظ حلق مذکورہ ہے اور اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں **احفوا الشوارب** کا لفظ بھی آیا ہے فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے احفاء سے استئصال اور حلق ہی مرادلیا ہے بلکہ بعض فقہاء مالکیہ نے بھی اہل لغت سے احفاء کا معنی استئصال بالحلق ہی نقل کیا ہے جن کی عبارات بمع معتبر حوالہ جات کے نقل کردی جائے گی۔ ’’ان شاءاللہ‘‘۔

نیز امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ و دیگر اکثر فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مونچھوں کا حلق کرنا سنت و افضل ہے۔ اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ سے بھی مونچھوں کو منڈانے کے بارے میں ایک قول یہی منقول ہے کہ مونچھوں کا حلق کرنا سنت و افضل ہے، البتہ فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مونچھوں کا حلق کرنا مثلہ ہے اس لئے کہ وہ حضرات (فقہاء مالکیہ) فرماتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں لفظ ’’قص‘‘ آیا ہے اور اس کے علاوہ جن احادیث میں ’’احفاء‘‘ کا لفظ آیا ہے تو وہ حضرات فرماتے ہیں کہ ’’احفاء‘‘ سے مراد ’’قص‘‘ ہی ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اہل لغت سے احفاء کا معنی استئصال ہی منقول ہے۔ **(سیاتی بیانہ مفصلاًان شاء اللّٰہ تعالیٰ)**

مونچھوں کا صاف کرنا (یعنی منڈانا) افضل ہے

عن ابن عباس ؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقص او یأخذ من شاربه و کان ابراهیم خلیل الرحمٰن یفعله.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے مونچھیں کترتے تھے (راوی کو الفاظ میں شک ہے) آپ فرماتے: کہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

عن زید بن ارقمؓ ان رسول اللہ ﷺ قال: من لم یاخذ من شاربه فلیس منا. (رواھما الترمذی)۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی مونچھیں نہیں لیتا تو وہ ہم میں سے نہیں (یعنی ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں)۔

حضرت مولانا مفتی محمد طارق صاحب (استاذ الحدیث جامعہ فریدیہ اسلام آباد) ان مذکورہ بالا احادیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

احادیث میں مونچھیں تراشنے کے بارے میں مختلف الفاظ منقول ہیں بعض روایات میں "**قص الشارب**" کے الفاظ ہیں کہ مونچھیں تراشی جائے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں "**احفوا الشوارب**" بعض روایات میں "**انھکوا الشوارب**" اور صحیح مسلم کی روایت میں "**جزوا الشوارب**" کے الفاظ ہیں۔ "**الاحفا**" کے معنی ہیں جڑ سے اکھاڑنا "**نھک**" کے معنی ہیں خوب مبالغہ کے ساتھ صاف کرنا اور "**جز**" کاٹنے اور کترنے کو کہتے ہیں۔

ان مختلف الفاظ کی وجہ سے ائمہ کرام میں اختلاف ہے کہ مونچھیں کاٹنے کا مسنون طریقہ حلق کرانا ہے یا قینچی سے کترنا یا یہ کہ دونوں طریقوں میں اختیار ہے۔

امام مالک اور امام نووی رحمہم اللہ قص الشارب کی وجہ سے یہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ مونچھیں قینچی وغیرہ سے اس قدر باریک تراشی جائیں کہ کھال نظر آنے لگے اور

ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے، جڑ سے نہ اکھیڑی جائیں۔ ان کا حلق کرانا ان کے نزدیک مسنون نہیں بلکہ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے بدعت اور مثلہ قرار دیا ہے اور ''احفوا الشوارب'' کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ مونچھیں اس قدر تراشی جائیں کہ ہونٹوں کا کنارہ ظاہر ہوجائے۔ انہیں بلیڈ یا استرے وغیرہ سے صاف کرانا مراد نہیں۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک مونچھیں تراشی جائیں یا انہیں استرے وغیرہ سے صاف کیا جائے دونوں صورتیں مسنون ہیں، لہٰذا ان میں سے جونسی صورت بھی اختیار کی جائے اس سے سنت ادا ہوجاتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی دونوں طریقے منقول ہیں چنانچہ امام طحاویؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنا نقل کیا ہے جن میں حضرت ابوسعید خدریؓ، ابواسیدؓ رافع بن خدیجؓ، سہلؓ بن سعد، عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت ابوھریرہؓ شامل ہیں۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ نے جو ''احفاء'' کے معنی بیان کیے ہیں کہ مونچھیں اس طرح تراشی جائیں کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہوجائیں۔'' یہ معنی کسی بھی لغت کی کتاب سے ثابت نہیں، بلکہ صحاح، قاموس اور کشاف وغیرہ میں ''احفاء'' کے معنی استئصال ہی کے لکھے ہیں کہ جڑ سے بالوں کو صاف کردیا جائے، اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ''ان رسول اللہ ﷺ کان یحفی شاربہ'' کہ نبی کریم ﷺ اپنی مونچھیں جڑ سے صاف کرتے تھے۔ اور جن روایات میں قص کے الفاظ ہیں وہ احفاء کی روایات کے منافی نہیں۔ کیونکہ قص کبھی تو اس مبالغہ کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ ''احفاء'' میں داخل ہوجاتا ہے اور کبھی صرف مونچھیں تراشی جاتی ہیں اور ''احفاء'' والی روایت میں صرف ایک ہی جہت متعین ہے کہ مونچھیں استرے وغیرہ سے صاف کی جائیں یہی وجہ ہے کہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو اختیار ہے چاہے تو وہ مونچھیں تراشے یا

انہیں استرے وغیرہ سے صاف کرلے ہر صورت میں سنت ادا ہوجاتی ہے، احناف کے نزدیک تراشنے کے بجائے جڑ سے مونچھوں کو صاف کرنا افضل ہے۔ (معارف الترمذی۔ ج:۲،ص:۵۸۷تا۵۸۹)

وقد اختلف الناس فی حد ما یقص من الشارب وقد ذهب کثیر من السلف الی استئصاله و حلقه لظاهر قولهﷺ "احفوا" و "انهکوا" وهو قول الکوفیین وذهب کثیر منهم الی منع الحلق والاستئصال، والیه ذهب مالک، و کان یریٰ تا دیب من حلقه و رویٰ ابن القاسم عنه انه قال احفاء الشارب مثلة.

قال النووی: المختار انه یقص حتیٰ یبدو طرف الشفة ولا یحفه من اصله، قال وامارواية احفوا الشوارب فمعناها احفوا ماطال عن الشفتین وکذلک قال مالک فی المؤطا یوخذ من الشارب حتیٰ تبدو اطراف الشفة.

و قد روی النووی فی شرح مسلم عن بعض العلماء انه ذهب الی التخییر بین الامرین، والاحفاء وعدمه، وروی الطحاوی الاحفاء عن جماعة من الصحابة: ابی سعیدؓ و ابی اسیدؓ ورافعؓ بن خدیج و سهل بن سعدؓ و عبداللهؓ بن عمرؓ و جابرؓ و ابی هریرةؓ..الخ.

و الاحفاء لیس کما ذکره النووی من ان معناه احفوا ماطال عن الشفتین بل الاحفاء، استئصال کمافی الصحاح والقاموس والکشاف وسائر کتب اللغة و روایة القص لاتنافیه، لان القص قد یکون علی جهة

الاحفاء و قد لایکون، وروایة الاحفاء معینة للمراد و کذلک حدیث الباب الذی فیه من لم یاخذ من شاربه فلیس منا لا یعارض روایة الاحفاء، لان فیها زیادة یتعین المصیر الیها و لو فرض التعارض من کل وجه لکانت روایة الاحفاء ارجح لانها فی الصحیحین. (نیل الاوطار، ج:۱، ص: ۴۳۱ تا ۴۳۳ /و تحفة الاحوذی، ج:۸، ص:۴۲، ۴۳)۔

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں اہل مدینہ کا مذہب

علامہ طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا، مونچھوں کے منڈانے سے افضل ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جماعت سے مراد حضرت سالم اور سعید بن المسیب اور عروۃ بن زبیر و جعفر بن زبیر اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں یہ تمام حضرات فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ مونچھوں کے کترنے کو منڈانے پر ترجیح دی جائے اور ان حضرات کے علاوہ حضرت عطاء بن ابی رباح، حمید بن ہلال و حسن بصری و محمد بن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ حضرات کا بھی یہی رائے ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے۔

فقال الطحاوی: ذهب قوم من اهل المدینة الی ان قص الشارب هو المختار علی الاحفاء، قلت: اراد بالقوم هولاء سالما وسعید بن المسیب وعروة بن الزبیر وجعفر بن الزبیر وعبیدالله بن عبدالله بن عتبة وابابکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث فانهم قالوا: المستحب هو ان یختار قص الشارب علی احفائه، والیه ذهب حمید بن هلال والحسن البصری

و محمد بن سيرين و عطاء بن ابی رباح وهو مذهب مالک ایضاء. (عمدة القاری ج : ٢٢، ص:٦٨)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

علامہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مونچھوں کو اس طرح تراشی جائے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈانے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، پس امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا کترنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے سے مونچھوں کو تراشی جائے۔

علامہ حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر النمر ی الاندلسی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈانے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے پس امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا کترنا سنت ہے۔

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث الباجی الاندلسی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ ''قص الشارب'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مونچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے۔

قولہ: (و قص الشارب): قال مالک یوخذ منه حتیٰ یبدو طرف

الشفة. (المسالك فی شرح مؤطا امام مالك ، ج:۷، ص:۳۲۵)

و قد اختلف العلماء فی حلق الشارب: فکان مالک یقول السنة قص الشارب و هواخذه من الاطار و هوطرف الشفة العلیا. (المسالك، ج: ۷، ص:۴۷۳)

وقد اختلف العلماء فی حلق الشارب: فکان مالک یقول: السنة قص الشارب. (الاستذکار شرح مؤطا امام مالك، ج:۲۷، ص :۳۳۱)

(فصل): وقوله وقص الشارب قال مالک یؤخذ منه حتیٰ یبدو طرف الشفة وقال ابن القاسم عنه. (المنتقیٰ شرح مؤطا امام مالك، ج:۷، ص:۲۳۲)

خلاصہ: لہٰذا فقہاء مالکیہؒ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں ''قص الشارب'' ہی سنت ہے اور جن احادیث میں ''احفاء'' کا لفظ آیا ہے، امام مالکؒ کے نزدیک ''احفاء'' یہ ہے کہ اطار ظاہر ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ مونچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے کی سرخی ظاہر ہو جائے۔

"قال الباجی: روی ابن القاسم عن مالک ان تفسیر الاحفاء انما هوان یبدو الاطار وهوما احمرمن طرف الشفة". (اوجز المسالك شرح مؤطا امام مالك، ج:۱۷، ص ٦)

روی ابن القاسم عن مالک ان تفسیر حدیث النبی صلی الله علیه و سلم فی احفاء الشوارب انما هو ان یبدو الاطار، و هوما احمر من طرف الشفة.....الخ. (احکام الطهارة، ص:۳۲٤)

لفظ ''احفاء'' کی تحقیق

جاننا چاہیے کہ ''احفاء'' کا جو معنی فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یہ معنی عندالاحناف وعنداہل اللغہ درست نہیں، اس لیے کہ بقول علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ معنی (کہ مونچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ (اوپر کے) ہونٹ کے کنارے ظاہر ہوجائیں) کسی بھی لغت کی کتاب سے ثابت نہیں، بلکہ صحاح، قاموس اور کشاف وغیرہ میں احفاء کے معنی استئصال ہی کے لکھے ہیں۔ (کمامر)

نیز علامہ ابن عبدالبر المالکی وعلامہ ابن العربی المالکی رحمہما اللہ نے بھی اہل لغت سے ''احفاء'' کا معنی استئصال بالحلق ہی نقل کیا ہے۔

واما الاحفاء: فهو عند اهل اللغة الاستئصال بالحلق. (الاستذكار، ج:٢٧، ص:٦)

و هو عند اهل اللغة الاستئصال بالحلق. (المسالك، ج:٧، ص:٤٧٣)

اور اس کے علاوہ کثیر تعداد میں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی بھی یہی رائے ہے کہ احفاء سے مراد استئصال اور حلق ہی ہے اور یہی قول اہل کوفہ کا بھی ہے۔

وقداختلف الناس فی حد مایقص من الشارب فذهب كثيرمن السلف الى استئصاله وحلقه لظاهر قوله "احفوا" و هوقول الكوفيين. (الفتح الربانی لترتيب مسند الامام احمد بن حنبل الشيبانی ومعه كتاب بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی، ج: ١٧، ص٣١٣، ٣١٤)

وذهب آخرون الیٰ استحباب حلقه کله لظاهر حدیث الصحیحین عن ابن عمرؓ رفعه خالفوا المشرکین و وفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب ....الخ.(شرح الزرقانی علی المؤطا،ج : ٤، ص : ١٢٧)

قوله : (امر باحفاء الشوارب): الاحفاء فی اللغة الافراط فی الشی ویقال: سأل فاحفیٰ وفلا ن حفی بفلان، اذا کان یکثرمن بره ولذ لک رأی اهل العراق استئصال بالحد.(التعلیق علی المؤطا، ج:٢، ص:٣٦١)

قال الطبری: اختلف السلف فی صفة الشارب فقال بعضهم، الاحفاء الاخذ من الاطار وقال آخرون، الاحفاء حلقه کله......وهو قول الکوفیین و قالوا الاحفاء هو الحلق. (شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج:٩، ص:١٤٤)

واختلف فی حد مایقص من الشارب فذهب کثیرمن السلف الیٰ استئصاله و حلقه، لظاهر حدیث ابن عمرؓ ان النبیﷺ قال احفوا الشوارب واعفوا اللحٰی، اخرجه مسلم والنسائی والترمذی وصححه.(الدین الخالص، ج: ١، ص: ١٨٦)

فقہاءِشافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاءِشافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے مختلف اقوال منقول ہیں:

قول اول: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ اوپر کے

ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے اوران کو جڑ سے صاف نہ کیا جائے ،فقہاء شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے بعض دوسرے حضرات نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے ،لیکن علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ علامہ نوویؒ نے اس قول کو مذہب (یعنی اپنے مسلک) سے نقل کیا ہے یا اس قول کو امام مالکؒ کے مذہب سے اختیار کر کے کہا ہے ،لیکن علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ نوویؒ نے (المجموع) شرح المہذب میں کہا ہے کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔

واما قص الشارب فسنة ايضاً...واما حد مايقصه فالمختار انه يقص حتى يبدو طرف الشفة ولايحفه من اصله واما روايات احفوا الشوارب فمعناها احفوا ما طال على الشفتين . والله اعلم . (المنهاج شرح المسلم للنووی ، ج : ۱، ص : ۱۲۹)

قال النووی : ثم ضابط قص الشارب ان يقص حتٰى يبدوطرف الشفة ولا يحفه من اصله هذا مذهبنا. (المجموع شرح المهذب، ج:۱،ص ۲۸۷)

وان يقص الشارب حتٰى يبين حد الشفة بياناً ظاهراً ولايحفيه من اصله.

قال فی المجموع: وماجاء فی الحديث من الامر بحف الشوارب محمول على حفها من طرف الشفة. (مغنی المحتاج،ج : ٦، ص: ١٤٤)

وان يقص الشارب حتى يتبين طرف الشفة بياناً ظاهراً ولايحفيه من اصله. (حواشی تحفة المنهاج بشرح المنهاج ، ج : ۹، ص : ۳۷۵)

قال النووی: المختار فی قص الشارب انه يقصه حتٰى يبدوطرف

الشفة ولايحفه من اصله واماروایة "احفوا" فمعناها ازيلوها ماطال على الشفتين، قال ابن دقيق العيد: ما ادرى هل نقله عن المذهب أو قاله اختياراً منه لمذهب مالک، قلت: صرح فى "شرح المهذب" بان هذا مذهبنا. (فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۳۵۹)

قول ثانی: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں، میں نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی تصریح نہیں پائی البتہ اس کے اصحاب میں سے امام مزنی اور امام ربیع رحمہما اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ دونوں مونچھوں کو جڑ سے صاف کرتے تھے تو یہ دلیل ہے کہ ان دونوں حضرات نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ اور ان دونوں کے اصحاب فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا حلق کرنا، مونچھوں کے کترنے سے افضل ہے۔

علامہ شوکانی اور علامہ ابوالعلی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقہا مالکیہ میں سے بعض حضرات نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مونچھوں کے حلق کے بارے میں ان کا مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی طرح ہے۔

علامہ ابن خویز منداد ؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مونچھوں کے حلق کے بارے میں ان کا مذہب حنفیہ کے مذہب کی طرح ہے (یعنی مونچھوں کا حلق کرنا، کترنے سے افضل ہے)۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ "قص الشارب" کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اور یہ تصریح کہ حلق نہ کیا جائے، برخلاف امام شافعیؒ کے، اس لئے کہ ان کا قول یہ ہے

کہ حلق کیا جائے اور انھوں نے احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ سے دلیل لی ہے۔

و قال الطحاوی لم نجد عن الشافعی فی هذا شیئا منصوصاً واصحابه الذین راینا هم المزنی والربیع کانا یحفیان شواربهما، ذلک یدل علی انهما اخذا ذلک عن الشافعی وذکرابن خویزمنداد موافقة الشافعی للکوفیین....الخ. (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ص: ۴۰۲، ج: ۳)

وقال الشافعی وابوحنیفة واصحابهما: احفاء الشارب وحلقه واستئصاله افضل من تقصیره وقصه. (الاستذکار، ج : ۲۷، ص: ۶۲)

قال الطحاوی ولم نجد نصاعن الشافعی اصحابه الذین رأیناهم منهم الربیع و المزنی یحفیان شاربهما وماظنهم اخذوا ذلک الاعنه واما ابوحنیفة واصحابه فعندهم الاحفاء فی الرأس والشارب افضل من التقصیروذکر ابن خویزمنداد عن الشافعی کالحنفی سواء....الخ. (شرح زرقانی علی المؤطا، ج: ۴،ص: ۱۲۷)

وذکر بعض المالکیة عن الشافعی ان مذهبه کمذهب ابی حنفیة فی حلق الشارب قال الطحاوی ولم اجد عن الشافعی شیئا منصوصاً فی هذا...الخ. (تحفة الاحوذی، ج: ۸، ص: ۴۲)

وذکر بعض المالکیة عن الشافعی ان مذهبه کمذهب ابی حنفیة فی حلق الشارب.... ..الخ. (نیل الاوطار، ج: ۱، ص: ۴۳۱،۴۳۲)

(الثالث): قص الشارب وهذا نص فی انه لایحلق خلافاً للشافعی

فی قوله انه یحلق و احتج بقوله احفوا الشوارب و اعفوا اللحیٰ...الخ .

(عارضة الاحوذی، ج: ١٠، ص: ٢١٧)

خلاصہ: ان مذکورہ بالا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں شوافع حضرات سے مختلف اقوال منقول ہیں، ان حضرات کا ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور ان کو جڑ سے صاف نہ کیا جائے اس قول کو فقہاء شافعیہ میں سے علامہ نوویؒ اور بعض دیگر حضرات نے اختیار کیا ہے اور فقہاء مالکیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور اس کے علاوہ امام شافعیؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کا منڈانا، مونچھوں کے کترنے سے افضل ہے۔ "**کماقال العلامة ابن عبدالبرؒ وغیره**".

فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی مختلف اقوال منقول ہیں، ان حضرات (فقہاء حنابلہ) کا ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت ومستحب ہے اور وہ یہ ہے کہ مونچھوں کو اوپر کے ہونٹ کے کنارے سے کاٹا جائے۔ لہٰذا فقہاء حنابلہ میں سے بعض حضرت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وسن الادهان غباء والاكتحال وتراً، والاستحداد، وقص الشارب.

قال ابو عبدالله تحته: قوله: (وقص الشارب) ای ویسن قص الشارب، وهوقطع اطراف شعره بالمقص، والشارب هوالنابت علی

الشفة العليا، وقد ورد فی حديث ابی هريرةؓ الفطرة خمس وقص الشارب. (فقه الدليل شرح التسهيل، ج: ۱، ص: ۱۰۵)

ويستحب قص الشارب لانه من الفطرة ويفحش اذا طال وروی زيد بن ارقم قال قال رسول اللهﷺ من لم ياخذ شاربه فليس منا، رواه الامام احمد والنسائی والترمذی و قال حديث حسن صحيح. (فتح الملك العزيزبشرح الوجيز، ج: ۱، ص: ۲۳۳، و كذا فی شرح الكبير و معه المقنع، ج: ۱، ص: ۲۵۵)

فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کا کترنا بھی سنت ہے اور مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنا بھی سنت ہے البتہ مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

قاضی دمشق شیخ الاسلام ابوالنجا شرف الدین الحجاوی المقدسی الحنبلی اور علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے اکھیڑا جائے یا کترایا جائے البتہ مونچھوں کا جڑ سے اکھاڑنا زیادہ بہتر ہے۔

علامہ حمزہ محمد قاسمؒ نے شرح بخاری میں مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ مونچھوں کو منڈایا جائے۔

اور اس کے علاوہ علامہ عبدالرؤف المناویؒ نے بھی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر (''جامع الصغیر'' علامہ سیوطیؒ کی تالیف ہے) میں حنابلہ و حنفیہ کا مذہب یہی نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے۔

علامہ علی بن البھاء الحنبلی اور علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی

رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ابی موسیٰ اور اس کے علاوہ ہمارے علماء (فقہاء حنابلہ) میں سے بعض دوسرے حضرات نے مونچھوں کا جڑ سے اکھاڑنے کو ترجیح دی ہے۔

علامہ ابن نجار الفتوحی الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ ''فروع'' میں ہے کہ مونچھوں کو منڈایا جائے۔ خلاف امام مالکؒ کے، یا مونچھوں کو کترایا جائے، البتہ مونچھوں کا منڈانا زیادہ بہتر ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت بھی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب نے مونچھوں کے منڈانے میں امام مالکؒ سے اختلاف کیا ہے۔ (یعنی ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا منڈانا افضل ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈایا نہ جائے بلکہ صرف کترایا جائے۔ واللہ اعلم)

ویسن حف الشارب او قص طرفه وحفه اولٰی فی المنصوص.....الخ. (اقناع فی فقه الامام احمد بن حنبلؒ، ج:۱،ص :۲/ و کذا فی کتاب الفروع ، ج:۱، ص:۱۵۱)

وذهب ابوحنيفة واحمد ان السنة هی حلق الشارب واحفاؤه كما تقدم .(منار القاری شرح مختصر صحيح البخاری ،ج:۵ ، ص : ۲۳۷)

واخذ الحنفيه والحنابله بظاهر الخبر فسنوا حلقه . (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج: ا، ص :۱۹۸)

و اختار ابن ابی موسٰی وغيره من علمائنا: احفافه من اصله، ولابأس ان يوخذ من حاجبيه اذا طال بالمقراض. (فتح الملك العزيز بشرح الوجيز، ج : ا ،ص: ٢٢٤)

واختــار ابـن ابــی مـوسٰــی وغیــره احـفـاء ه من اصلـه. انتهٰی. (الانصاف، ج :١ص : ١٢٢)

قـال فـی الـفـروع: و یـحف شاربه خلافاً لمالک او یقص طرفه وحـفـه اولٰی فـی الـمنصوص وفاقاً لابی حنیفة والشافعی....الخ. (معونة اولی النھی شرح المنتھیٰ، ج:١،ص: ٢٣٥،٢٣٤)

قـال ابـوعـمـر: خـالف ابـو حـنیـفةؒ والشافعیؒ واحمدؒ بن حنبل واصحابھم ما لکاً فی احفاء الشوارب. (الاستذکار، ج: ٢٦، ص:٢٤٢)

خلاصہ: مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت و مستحب ہے اور اس کے علاوہ فقہاء حنابلہؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کا کترنا بھی سنت ہے اور مونچھوں کا منڈانا بھی سنت ہے، البتہ مونچھوں کا منڈانا زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ اس میں امام ابوحنیفہ وامام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت بھی ہے۔ **کما قال العلامة ابن نجار الفتوحی الحنبلیؒ فی المعونة.**

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی مختلف اقوال منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مونچھوں کو قینچی وغیرہ سے کترایا جائے۔ متاخرین مشائخ حنفیہ میں سے بعض بزرگوں نے اسی قول کو اختیار کیا ہے علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے ''بدائع'' میں اسی قول کو صحیح کہا ہے۔

واختلف فی المسنون منهما والمذهب عند بعض المتأخرین من مشایخنا انه القص، قال فی البدائع وهوالصحیح، وقال الطحاوی: القص حسن والحلق احسن وهو قول علمائنا الثلاثه. (النهر الفائق، ج: ۲۱، ص: ۱۲۰)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کو اس طرح تراشا جائے کہ مونچھیں بھوؤں کے مانند ہو جائیں۔

و ینبغی أن یا خذ الرجل من شاربه حتٰی یوازی الطرف العلیامن الشفة العلیا و یصیر مثل الحاجب. (فتاوی قاضی خان علی هامش عالمگیریه، ج: ۳، ص: ٤۱۱)

و ینبغی للرجل ان یا خذ من لحیته اذا طالت......ویاخذ من شاربه حتٰی یصیر کالحاجب. (فتاوی بزازیه علی هامش عالمگیریه، ج: ٦، ص: ۳۷۷/ و کذافی فتاویٰ تاتارخانیه، ج: ۱۸، ص: ۲۱۰)

مونچھیں اتنی کاٹی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے یہ صورت بالاجماع سنت ہے۔

والقص منه حتیٰ یوازی الحرف الاعلٰی من الشفة العلیا سنة بالاجماع. (رد المحتار وعلی الدرالمختار، ج: ۹، ص:۵۸۳)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ مونچھوں کو منڈایا جائے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ

تعالیٰ کا بھی ہے، نیز مذاہب شوافع وحنابلہ کے بیان میں بھی گزر چکا ہے کہ مونچھوں کا منڈانا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنت ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک جماعت کا مذہب یہ کہ مونچھوں کا کترنا مونچھوں کے منڈانے سے افضل ہے، لیکن اس جماعت کے برخلاف جمہور السلف، اہل کوفہ اور امام مکحول، ومحمد بن عجلان ونافع مولی بن عمر وابوحنیفہ وابویوسف ومحمد رحمہم اللہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کے کترنے سے مونچھوں کا منڈانا افضل ہے۔

وقال الطحاویؒ: وخالفهم فی ذلک آخرون، فقالوا: بل یستحب احفاء الشوارب ونراه افضل من قصها، قلت: اراد بقوله: الآخرون، جمهور السلف منهم، اهل کوفه ومکحول ومحمد بن عجلان و نافع مولیٰ ابن عمر وابوحنیفه وابو یوسف ومحمد رحمهم اللّٰه. فانهم قالوا: المستحب احفاء الشارب وهوافضل من قصها. (عمدة القاری، ج:۲۲، ص: ٦۸)

بدعت کا قول ضعیف اور غیر معتبر ہے

مونچھوں کو منڈانے کے بارے میں علامہ حصکفیؒ نے درمختار میں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا منڈانا بدعت ہے۔

وفیه حلق الشارب بدعة. (درمختار ومعه ردالمحتار، ج: ۹، ص: ۵۸۳)

لیکن یہ قول ضعیف ہے، اس لئے کہ علامہ حصکفیؒ نے اسی مذکورہ (بدعت کے) قول کو ''الدر المنتقیٰ'' میں '' قیل '' کے ساتھ نقل کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(و السنة تقليم الاظافير)....(و نتف الابط وحلق العانة والشارب) وقيل حلقه بدعة. (الدر المنتقىٰ فی شرح الملتقیٰ، ج: ٤، ص : ٢٢٦)

فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ:

''سنیت حلق سے انکار امام وصاحبین رحمہم اللہ کے مذہب منصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل غیر معتبر ہے صحیح یہ ہے کہ حلق بھی سنت ہے بلکہ سنت کا اعلیٰ درجہ ہے''۔ (احسن الفتاوی، ج:۸،ص:۴۴۸)

مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب لکھتے ہیں کہ:

باتفاق امام ابو حنیفہ وصاحبین رحمہم اللہ مونچھوں کو مونڈھنا یا ایسا کاٹنا جو کہ مونڈنے کی طرح ہو سنت ہے۔ سنیت حلق سے انکار امام وصاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب منصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل غیر معتبر ہے صحیح یہی ہے کہ مونچھوں کو مونڈھنا بھی سنت ہے بلکہ سنیت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

قال الطحاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ وقال قصه حسن واحفاؤه احسن وافضل وھٰذا مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالیٰ وقال فی آخرالبحث، ان قص الشارب من الفطرة وهو مما لابدمنه وان ما بعد ذالک من الاحفاء هوافضل وفيه اصابة الخير ماليس فی القص.

(داڑھی اور بالوں کے شرعی احکام،ص:۳۹،۴۰)

لہٰذا صحیح قول یہی ہے کہ مونچھوں کا منڈانا بدعت نہیں ہے بلکہ سنیت کا اعلیٰ درجہ

یہ ہے کہ مونچھوں کا حلق کیا جائے، نیز بعض روایات میں لفظ حلق بھی آیا ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن کبری میں محمد بن عبداللہ بن یزیدؒ کی سند سے ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: فطرۃ پانچ چیزیں ہیں، ختنہ کرنا اور زیر ناف بال منڈانا اور بغلوں کے بالوں کا اکھیڑنا اور ناخنوں کا تراشنا اور مونچھوں کا منڈانا۔

علامہ ابوبکر جصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام القرآن میں ابراھیم بن محمد بن خطابؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ مونچھوں کو منڈاتے تھے۔

قال الجامع عفااللّٰہ عنہ: فتحصل من مجموع ماتقدم ان العلماء اختلفوا فی حلق الشارب منهم من کرهه ومنهم من رجحه علی القص ومنهم من خیر وسبب ذلک اختلاف الاحادیث: فانها وردت بلفظ''احفوا الشوارب'' وبلفظ ''جزوا الشوارب'' بلفظ ''انهکوا الشوارب'' وکلها فی مسلم و بلفظ''الحلق'' وهی روایة المصنف فی الکبری فی، ۹/۹، عن محمد بن عبداللّٰہ بن یزید عن سفیان بن عیینة عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة عن النبیﷺ قال: الفطرة خمس الختان وحلق العانة ونتف الابط وتقلیم الاظفار وحلق الشارب.

(ذخیرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ ، ج:۱، ص: ۳۸۶،۳۸۵)

وقال ابراهیم بن محمد بن خطاب رایت ابن عمرؓ یحلق شاربه کا نه ینتفه وقال بعضهم حتیٰ یریٰ بیاض الجلد قال ابو بکر ولماکان التقصیر مسنونافی الشارب عند الجمیع کان الحلق افضل قال النبی علیه

السلام رحم اللّٰہ المحلقین ثلاثا ودعا للمقصرین مرۃ فجعل حلق الرأس افضل من التقصیر....الخ. (احکام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۶۸)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحؒ کا فتوی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال:۔استرے یا بلیڈ سے مونچھیں مونڈنا جائز ہے یا مکروہ؟

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب ''باب حلق الشارب'' قائم فرمایا ہے پھر بحث میں بھی احفاء بمقابلہ قص لائے ہیں، نیز وجہ النظر میں بھی افضلیت حلق محرم پر قیاس فرمایا ہے،ونصہ: **قصہ حسن و احفاؤہ احسن وافضل وھٰذا مذھب ابی حنیفہ وابی یوسف و محمد رحمھم اللّٰہ تعالٰی.**

وقال فی آخرالبحث: ان قص الشارب من الفطرۃ وھومما لابد منہ وان مابعد ذلک من الاحفاء ھوافضل وفیہ من اصابۃ الخیرمالیس فی القص. (شرح معانی الآ ثار، ج:۲،ص ۲۷۹)۔

الجواب باسم ملهم الصواب

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ باتفاق اعلم بمذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، آپ کی تحریر کے مطابق باتفاق ائمتنا الثلاثہ رحمہم اللہ حلق شوارب مسنون ہے، ترجمہ الباب حلق الشارب کے تحت احادیث احفاء لانے سے مقصد یہ ہے کہ ان احادیث میں احفاء بمعنی حلق ہے، چنانچہ فتح الباری کی ایک روایت میں صراحۃ لفظ حلق مذکور ہے، سیجیء نصہ۔

حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں حلق سے احفاء یعنی استئصال کالحلق مراد ہے جس کو بغرض اظہار مبالغہ حلق سے تعبیر کیا ہے۔

ولاتخفٰی ان ھذا التحمل تمحل وتاؤیل القول بما لایرضٰی به قائله وتفرد به الحافظ العینی رحمه اللّٰه تعالٰی، ثم نقل هو نفسه فی البنایه سنیة الحلق عن المختار و المحیط وسیجی نصه.

یہ تاؤیل بوجوہ ذیل نا قابل قبول ہے۔

صنیع مصنفین میں اصل مقصود ترجمۃ الباب ہوتا ہے اس کے اثبات کے لئے اس کے تحت احادیث لائی جاتی ہیں، ترجمۃ الباب میں مصنف اپنا دعوٰی پیش کرتا ہے پھر اس کے تحت مندرجہ احادیث سے اپنے اس دعوٰی کو ثابت کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ احادیث احفاء سے سنیت حلق ثابت کر رہے ہیں اس کے برعکس حلق سے احفاء مراد لینا اصول تصنیف کے خلاف ہے اور قلب موضوع۔

حلق کا استیصال کالحلق سے ابلغ فی المعنی والیسر فی العمل ہونا ظاہر ہے اس لیے حلق پر احفاء بمعنی الاستیصال بالقص کالحلق کو ترجیح دینا خلاف معقول ہے۔

قال الحافظ العسقلانی رحمه اللّٰه تعالٰی: وورد الخبر بلفظ الحلق وهی روایة النسائی عن محمد بن عبداللّٰه بن یزید عن سفیان بن عیینه بسند هٰذا الباب ورواه جمهور اصحاب ابن عیینه بلفظ القص و كذا سائر الروایات عن شیخ الزهری ووقع عند النسائی من طریق سعید المقبری عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه بلفظ تقصیر الشارب نعم وقع الامر یشعر بأن روایة الحلق محفوظ كحدیث العلاء بن عبدالرحمٰن عنه عن ابیه عن ابی

هـريرة رضـى الـلّٰــه عـنــه عـنـد مسـلم بلفظ جزوا الشوارب وحديث ابن عـمـررضـى الـلّٰه عنهما المذكورفى الباب الذى يليه بلفظ احفوا الشوارب وفـى الباب بلفظ انهكوا الشوارب فكل هذه الالفاظ تدل على ان المطلوب الـمبـالـغة فـى الازالة لان الـجـز وهـو بـالـجيـم والـزاى الثقيلة قص الشعر والصوف الى ان يبلغ الجلد والاحفاء بالمهملة والفاء الاسقصاء ومنه احفوه بـالـمسألة قال ابوعبيد الحصروى معناه الزقوا الجزبالبشرة وقال الخطابى هـو بـمعنى الاستقصاء والنهک بالنون والكاف، المبالغة ومنه ما تقدم فى الـكـلام عـلى الختان قولهﷺ للخافضة ”اشمى ولا تهنكى“ اى لاتبالغى فى المرأة وجرى على ذٰلک اهل اللغة وقال ابن بطال: النهک التاثير فى الشىء وهوغيرالاستئصال. (فتح البارى، ج: ۱۰، ص: ۲۸۵)

وقـال الـطـحـاوى رحـمه اللّٰه تعالٰى: الحلق هومذهب ابى حنيفة وابى يوسف و محمد رحمهم اللّٰه تعالٰى. (فتح البارى، ج: ۱۰، ص:۲۸٦)

وقـال: وقـدرجـح الـطـحا وى: الحلق على القص بتفضيلةﷺ الحلق على التقصير فى النسک.(حواله بالا)

وقـال الـحـافـظ العينى رحمه اللّٰه: قوله يحفى من الاحفاء بالحاء الـمهـمـلة والـفاء يقال احفى شعراذا استاصله حتى يصير كالحلق وتكون احـفـاء الشـارب افـضـل من قصه عبرالطحاوى بقوله باب حلق الشارب. (عمدة القارى، ج : ۲٦، ص : ٤۳)

وقـال: وقـال الـكاكى وذكرالطحاوى رحمه اللّٰه تعالٰى فى شرح

الآثار حلقه سنة و نسب ذلک الی العلماء الثلاثة انتهٰی. قلت لم یذکر الطحاوی کذلک وانما قال بعد روایاته الاحادیث المذکورة والتوفیق بینها ان الاحفاء افضل من القص نعم قال باب حلق الشارب انما اراد بذلک الاحفاء حتٰی یصیر کالحلق وفی المختار حلقه سنة وقصه حسن وفی المحیط الحلق احسن من القص وهو قول ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم اللّٰه تعالیٰ. (البنایه ، ج:٤، ص :٥٥ ٢)

وقال عبداللّٰه بن محمود رحمه اللّٰه فی متنه المختار: والسنة تقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق العانة والشارب وقصه احسن.

نقل فی شرحه عن الامام الطحاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: والحلق سنة وهو احسن من القص وهو قول اصحابنا رحمهم اللّٰه تعالیٰ، قال علیه الصلاة والسلام: احفوا الشوارب و اعفوا اللحٰی، والاحفاء الاستئصال.

(الاختیار لتعلیل المختار، ج: ٤، ص: ١٦٧)

متن میں قصہ احسن کتابت کی غلطی ہے صحیح لفظ حسن ہے۔اس پر دو دلائل ہیں عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختار سے منقولہ عبارت مذکورہ میں ''وقصہ حسن'' ہے مصنف نے شرح میں خود امام طحاوی رحمہ اللہ سے حلق کا احسن ہونا نقل کیا ہے عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلق کے احسن من القص ہونے کے بارے میں مختار اور محیط کا حوالہ دیا ہے عبارت کی تحقیق اوپر گذر چکی ہے، محیط سے بظاہر محیط سرخسی مراد ہے اس لیے کہ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار میں اس کی تصریح ہے۔''و سیجیء نصہ''، ممکن ہے کہ محیط برہانی میں بھی اس طرح ہو عنقریب اس کی طباعت متوقع ہے، **فلیراجع بعد وقال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰه: و کره ترکه وراء الاربعین**

مجتبیٰ وفیه حلق الشارب بدعة وقیل سنة.

وقال العلامة ابن عابد ین رحمه اللّٰه: (وقوله وقیل سنة) ومشی علیه فی الملتقیٰ و عبارة المجتبیٰ بعدمارمزللطحاوی حلقه سنة ونسبه الیٰ ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم اللّٰه تعالیٰ والقص منه حتیٰ یوازی الحرف الاعلیٰ من الشفة العلیاسنة بالاجماع. (ردالمحتار، ج: ٥، ص: ٢٦١)

وقال العلامة الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ: (قوله حلق الشارب بدعة) وقع فی بعض العبارات التعبیربالقص وفی بعضها التعبیر بالحلق ففی الهندیة ذکرالطحاوی فی شرح الآثاران قص الشارب حسن وتفسیره ان یوخذ منه حتیٰ ینقص من الاطار وهو الطرف الاعلیٰ من الشفة العلیا قال والحلق سنة وهو احسن من القص هذا قوله وصاحبیه رحمهم اللّٰه کذا فی المحیط السرخسی وعبارة المجتبیٰ و حلق الشارب بدعة والسنة فیه القص صح حلقه سنة نسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم اللّٰه تعالیٰ والقص منه حتیٰ یوازی الحرف الاعلیٰ من الشفة العلیا سنة بالاجماع. (حاشیه طحطاوی علی الدرالمختار، ج :٤، ص : ٢٠٣)۔

واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاویٰ، ج: ٨، ص: ٤٥٠ تا٤٥٣)

حلق الشارب احسن من القص عندالحنفیہ پرمزیدحوالہ جات

مذکورہ بالاتحقیقات سے واضح ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وصاحبیہ رحمہما اللہ ودیگراکثرفقہاءحنفیہ کےنزدیک مونچھوں کامنڈاناسنت واحسن من القص ہے،لہٰذاحلق

الشارب احسن من القص عند الحنفیہ پر مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الطحاوی: القص حسن والحلق احسن وھوقول علمائنا الثلاثة. (نھر الفائق، ج: ٢، ص: ١٢٠)

والسنة تقليم الاظافير ونتف الابط وحلق العانة والشارب وقصه حسن.

وقال العلامة عبدالرحمٰن بن محمد تحته: (و)السنة(نتف الابط وحلق العانة و الشارب)....الخ.

(و قصه) اى الشارب (حسن). (مجمع الانھر شرح ملتقى الابحر، ج: ٤، ص:٢٢٥، ٢٢٦)

وقال الكاكى رحمه اللّٰه وذكرالطحاوى فى شرح الآثار ان حلقه سنة ونسب ذلک الى العلماء الثلاثه. انتھٰى.

قلت: لم يذكرالطحاوى كذلک، وانما قال بعد روايته الاحاديث المذكورة و التوفيق بينها ان الاحفاء افضل من القص، ثم قال نعم باب حلق الشارب، وانما اراد بذلک الاحفاء حتى يصير كالحلق، وفى المختارحلقه سنة وقصه حسن، وفى المحيط الحلق احسن من القص وهو قول ابى حنيفهؒ وصاحبيه رحمهما اللّٰه. (البنايه، ج: ٤، ص: ٣٣٦،٣٣٧)

قال الطحاوى فى شرح الآثارقص الشارب حسن، وهوان تاخذ حتٰى ينتقص عن الاطار وهوالطرف الاعلٰى من الشفة العليا، قال: والحلق

سنة وهو احسن من القص وهو قول اصحابنا. (الاختيار لتعليل المختار، ج: ٤، ص: ١٦٧)

وذكر اخذ فی الشارب وهوالقص لانه هو السنة وهو ان یقص منه حتٰی یوازی الاطار وهوالحرف الاعلی من الشفة العلیا وذکرالطحاوی ان حلق الشارب هوالسنة عند ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم اللّٰه بقوله علیه الصلاة والسلام احفوا الشارب واعفوا اللحی رواه مسلم وکان ابن عمرؓ یحفی شاربه حتی ینظرالی الجلد والاحفاء الاستئصال...الخ. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج: ٢، ص: ٥٥)

وقال العلامة احمد بن یونس: (قوله: وذکرالطحاوی ان حلق الشارب هوالسنة) قال فخرالاسلام البزدوی فی شرح الجامع الصغیر: ومن الناس من قال بان الحلق بدعة احتجاجا بحدیث النبیﷺعشر من فطرتی وذکرمنها الشارب و احتج اصحابنا رحمهم اللّٰه بحدیث ابی هریرة وعبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهم عن النبیﷺ انه قال احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ، والاحفاء الاستئصال.

والقص محتمل فیحمل علی ماروینا لانه محکم " اتقانی" وکتب مانص وهو احسن من القص والقص حسن جائز."اتقانی". (حاشیه شیخ احمد بن یونس الشلبی علی تبیین الحقائق شرح کنزالدقا ئق، ج: ٢، ص:٥٥)

وذکر الطحاوی فی شرح الآثار ان قص الشارب حسن وتقصیره

ان یوخذ حتٰی ینقص من الاطار وهو الطرف الاعلٰی من الشفة العلیا قال والحلق سنة وهو احسن من القص و هذا قول ابی حنیفه وصاحبیه رحمهم اللّٰه. کذا فی المحیط السرخسی .(فتاوی عالمگیر ی ، ج:۵، ص : ۳۵۸)

(وقیل سنة) مشی علیه فی الملتقٰی وعبارة المجتبی بعد مارمز للطحاوی:حلقه سنة و نسبه الٰی ابی حنیفة وصاحبیه والقص منه حتٰی یوازی الحرف الاعلٰی من الشفة العلیاسنة بالاجماع. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، ج: ۹، ص: ۵۸۳)

(قوله حلق الشارب بدعة) وقع فی بعض العبارات التعبیربالقص وفی بعضها التعبیر بالحلق ففی الهندیة ذکرالطحاوی فی شرح الآثار ان قص الشارب حسن وتفسیره ان یوخذ منه حتٰی ینقص من الاطار وهوالطرف الاعلٰی من الشفة العلیا قال الحلق سنة و هواحسن من القص هذا قوله رحمه اللّٰه وصاحبیه رحمهما اللّٰه تعالٰی کذا فی محیط السرخسی وعبارة المجتبی وحلق الشارب بدعة والسنة فیه القص صح حلقه سنة نسبه الٰی ابی حنیفة وصاحبیه والقص منه حتٰی یوازی الحرف الاعلٰی من الشفة العلیاسنة بالاجماع. (حاشیه طحطاوی علی در المختار ، ج ، ٤ ، ص : ۲۰۳)

السنة تقلیم الاظا فر ونتف الابط وحلق الشارب وهی من سنن الخلیل صلوات اللّٰه علیه وفعلها نبینا (صلی اللّٰه علیه وسلم) وامربها قال الطحاوی فی شرح الآثار قص الشارب حسن وهوان تاخذ منه حتٰی ینقص عن الطرف

الاعـلٰی من الشفة العلیا وقال الطحطاوی الحلق سنة وهو احسن من القص وهـو قـول الـحـنـفیة لـقـوله علیه الصلاة والسلام احفوا الشارب و اعفوا اللحیٰ، والاحفاء الاستئصال. (الفقه الحنفی وادلته، ج: ۲، ص: ۳۹۰)

قـال الـطـحـطـاوی عـلـی المراقی یستحب احفاء الشوارب، نراه افـضـل مـن قـصها... و فی الدرالمختارحلق الشارب بدعة، وقیل سنة، قال ابـن عـابـدیـن مشی علیه فی الملتقی و عبارة المجتبی بعد مارمز للطحاوی حـلـقـه سنة و نسبه الٰی ابی حنیفه وصاحبیه والقص منه حتٰی یوازی الحرف الاعلٰی من الشفة العلیا سنة بالاجماع. (او جز المسالك، ج: ۱٦، ص: ۲٦۰)

وقـال ابـوحـنـیـفة والشـافعی حلق الشارب واستئصاله افضل من قـصـه وتقصیره و الدلیل علی مانقوله قول النبیﷺ احفوا الشارب.الخ. (المنتقیٰ شرح علی المؤطا، ج: ۷، ص: ۲٦٦)

قـال ابن الملقن: وقال آخرون: الاحفاء حلقه کله.....وهو قول الـکوفیین وقالوا: احفاء وهوالحلق، والحلق افضل من التقصیر فی الرأس والشارب.... الخ. (التوضیح شرح صحیح البخاری، ج: ۲۸، ص: ۱۱۲)

قـال الـطـحـاوی: ان خـال الـمـزنـی کان یقص شواربه من اصلها وهـوالنهک، و الاحفاء ولا اظنه الا أن تعلمه من الشافعی وهکذا کان یفعلا صـاحـبـا ابـی حـنـیـفة ثم القص یحتمل ان یکون بالحلق ویتحمل ان یکون بالمبالغة فی القص من المقراض...الخ. (فیض الباری، ج: ٦، ص: ۹۹)

قـال الـعـلامة مـحـمـد بدرعالم رحمه اللّٰه تعالٰی فی حاشیة فیض

الباری: "قلت" ولم اجد فی معانی الآثار ولم ارفیه انه عزا شیئا الی خاله، نعم فیه ان الاحفاء افضل من القص ثم ایده بالنظرفی الحلق والقصرفی باب الحج وقال: فالنظرعلی ذلک ان یکون کذلک حکم الشارب قصه حسن واحفاؤہ احسن وافضل و ھذا مذھب ابی حنیفة وابی یو سف و محمد رحمھم اللّٰہ ثم ذکرجماعة من الصحابه رضی اللّٰہ عنھم کانوا یحفون شواربھم، منھم ابن عمرؓ انه کان یحفی شاربه، حتیٰ ان الجلد لیری، وفی لفظ کانه ینتفه ثم قال: فدل ذلک علی ان قص الشارب من الفطرة وھو ممالابد منه، وان ما بعد ذلک من الاحفاء ھو افضل، فیه اصابة الخیر مالیس فی القص، ص: ۳۳۴، ج: ۲، قلت ولیراجع الیه مرة اخری فان القلم یزل والفکر یجنی والبصر یخطیء. (حاشیه البدر الساری الی فیض الباری، ج: ٦، ص: ۹۹)

قال ابو الطیب: واعلم انه ورد فی قطع الشارب لفظ القص والحلق، والتقصیر و الجز والاحفاء والنھلک ولاجل ھذا الاختلاف بین العلماء فبعضھم قالوا بقص الشارب و بعضھم باستئصاله وبعضھم بالتخییرفی ذلک....الخ.

قال وذ ھب الکو فیون الی انه الاستئصال...الخ. (عون المعبود، ج: ۱۱، ص: ۲٦۳)

قال العلامة محمود محمد خطاب السبکی: وقال الحنفیون: قص الشارب حسن والحلق احسن. (الدین الخالص، ج: ۱، ص: ۱۸۷)

قال العلامة السيوطیؒ: وکان ابوحنیفة رحمه اللّٰه واصحابه یقولون: الاحفاء افضل من التقصیر وخالف مالک. انتھٰی....الخ.

وقال القاضی عیاض: وذھب کثیرمن السلف الی سنیة استئصال الشارب وحلقه لظاھرقوله ﷺ: احفوا وانھکوا وھوقول الکوفیین...الخ. (زھر الربی علٰی المجتبی، ج: ١، ص: ٢٣)

قال العلامة ولی الدین العراقی: وذھب ابن عمر وبعض التابعین الٰی استحباب احفائه واستئصاله وھوقول الکوفیین واستدلوا بما تقدم من قوله احفوا وجزوا وفی بعضھا انھکوا و بروایة النسائی فی حدیث الباب وحلق الشارب...الخ. (طرح التثریب فی شرح التقریب، ج: ٢، ص: ٧٦)

قال القاضی: واما الشارب فذھب کثیرمن السلف الٰی استئصاله وحلقه بظاھر قوله ﷺ احفوا الشوارب وانھکوا وھوقول الکوفیین.(شرح الالمام باحادیث الاحکام، ج: ٣، ص: ٣٠٥)

واما الشارب فذھب کثیرمن السلف الٰی استئصاله وحلقه وقوله" احفوا وانھکوا" وھوقول الکوفیین....الخ. (اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج: ٢، ص: ٦٤)

قال ابن القیم: واما ابوحنیفة و زفر وابو یوسف ومحمد، فکان مذھبھم فی شعر الرأس والشوارب ان الاحفاء افضل من التقصیر وذکر بعض المالکیة عن الشافعی ان مذھبه کمذھب ابی حنیفة فی حلق الشارب...الخ. (تحفة الاحوذی، ج: ٨، ص: ٤٢)

وقال العلامة الشوكانی: قال ابن القيم: واما ابوحنيفة وزفر وابو يوسف ومحمد فكان مذهبهم فی شعر الرأس والشوارب ان الاحفاء افضل من التقصير وذكر بعض المالكية عن الشافعی ان مذهبه كمذهب ابی حنيفة فی حلق الشارب...الخ. (نيل الاوطار، ج: ١، ص: ٤٣١،٤٣٢)

قال الطحاوی: الحلق وهو مذهب ابی حنيفة وابی يو سف ومحمد وقال الاثرم: كان احمد يحفی شاربه احفاء شديداً، ونص علی انه اولٰی من القص....واخرج الطبری من طرق عن عروة وسالم والقاسم وابی سلمة انهم كانوا يحلقون شواربهم. (فتح الباری، ج: ١٠، ص: ٣٥٩،٣٦٠)

قال العلامة محمد بن علی: اعلم: انه اختلف العلماء فی الشارب هل يحلق او يقص فذهب كثير من السلف الی استئصاله وحلقه لظاهر قوله ''احفوا وانهكوا'' وهوقول الكوفيين....الخ.

فقال الطحاوی: الحلق هومذهب ابی حنيفة وابی يوسف ومحمد. انتهٰی.......و اخرج الطبری من طرق عن عروة وسالم والقاسم وابی سلمة، انهم كانوا يحلقون شواربهم.(البحر المحيط الثجاج فی شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج ، ج : ٦ :٤٥٥ تا ٤٥٨)

فقال الطحاو ی: قص الشارب حسن والحلق سنة وهو احسن من القص وهوقول ابی حنيفة وابی يوسف ومحمد لحديث احفوا الشوارب.(المنهل المورود شرح سنن ابی داؤد، ج: ، ص: ١٨٥)

قـال الـعـلامة ابـن القيم: وما ابو حنيفة و زفر وابو يوسف ومحمد فـكـان مـذهبهـم فـى شعر الرأس والشوارب ان الاحفاء افضل من التقصير، وذكـر بـعـض الـمالكيه عن الشافعى ان مذهبه كمذهب ابى حنيفه فى حلق الشارب. (ذخيرة العقبٰی، ج:١، ص: ٣٨٢)

واخـرج الطبرى من طرق عن عروة وسالم والقاسم وابى سلمة انهم كانوا يحلقون شواربهم. (ذخيرة العقبٰی شرح المجتبی،ج: ١، ص: ٣٨٤)

قـال ابوبكر ذكرابوجعفر الطحاوى: ان مذهب ابى حنيفه و زفر وابـى يـوسف و مـحـمـد فـى شـعر الرأس والشارب ان الاحفاء افضل من التقصير...الخ. (احكام القرآن للجصاص،ج : ١، ص : ٦٧)

قـال: وامـا ابـوحنيفه و زفر وابو يو سف ومحمد فكان مذهبهم فى شـعر الرأس و الشارب ان الاحفاء افضل من التقصير، وذكر ابن خويزمنداد عـن الشافعى ان مذهبه فى حلق الشارب كمذهب ابى حنيفة سواء. (الجامع لاحكام القرآن للقرطبى، ج: ٢، ص: ٣٦٣)

وامـا ابـوحـنيفة و زفر وابو يوسف فكان مذهبهم فى شعر الرأس والشـارب ان الاحفاء افضل من التقصير...الخ. (حـاشيه محى الدين شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى، ج: ٢، ص: ٢٧٢)

وقال عياض: واما الشارب فذهب كثيرمن السلف الٰى استئصاله وحلقه لظاهر قوله ''احفوا'' و''انهكوا'' وهو قول الكوفيين. (نخب الافكار فى تنقيح مبانى الاحبار فى شرح معانى الآثار، ج: ١٣، ص: ١٧٤)

وقال الطحاوی: وامامن طریق النظر فقد رأینا الحلق قد امربه فی الاحرام ورخص فی التقصیر فکان الحلق افضل من التقصیر وکان التقصیر من شاء فعله ومن شاء زاد علیه، الا انه یکون بزیادته علیه اجراً اعظم من القص، فالنظرعلی ذلک ان یکون کذلک حکم الشارب قصه حسن، واحفاؤه احسن وافضل هذا مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم اللّٰہ.

وقال العینی فی شرحه: وامامعنی هذا الباب من طریق النظر والقیاس، بیانه، ان الحاج امربالحلق و رخص له فی التقصیر وخیر فیه ان شاء اقتصرعلیه وان شاء زاد علیه، غیرانه یکون بزیادته علی ذلک اکثر اجرا، فالقیاس علی ذلک ان یکون حکم الشارب کذلک، یکون مخیراً فی قصه فاذا زاد علی ذلک حتٰی صار احفاء یکون افضل من ذلک. فیکون القص حسنا والاحفاء أحسن فافهم. (نخب الافکار،ج: ۱۳، ص:۱۸۳)

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں تخییر کا قول

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں علامہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ انسان کو اختیار ہے کہ مونچھوں کو بالکل صاف کرے یا کترائے، اس لئے کہ قص اور احفاء دونوں سنت سے ثابت ہیں، اور اس کے علاوہ یہ دونوں الفاظ (قص اور احفاء) ایک دوسرے کے لیے ناسخ ومنسوخ بھی نہیں ہیں۔ نیز بعض علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ کبھی مونچھوں کو کترایا جائے اور کبھی بالکل صاف کیا جائے تاکہ احادیث میں جو

کچھ وارد ہوا ہے اس پر عمل ہو سکے۔

وذهب الطبری الی التخییرفی ذلک فقال ذکر اهل اللغة ان الاحفاء الاستئصال وکذا النهک بالنون والکاف المبالغة فی ذلک ودلت السنة علی الامرین ولاتعارض فان القص یدل علی اخذ البعض والاحفاء یدل علی اخذ الکل وکلاهما ثابت، وقال العسقلانی، ورجح ذلک ثبوت الامرین فی الاحادیث المرفوعة کذا حققة السیوطی.

(مرقات، ج: ۸، ص: ۲۷۲)

وقال الآخرون: لما جاء الحدیث عنه ﷺ بلفظین یحتمل احدهما استئصال حلقه وهوقوله: ”احفوا الشوارب“ واللفظ الآخر یحتمل أخذ بعضه وهوقوله من الفطرة قص الشارب ولم یکن احد هما ناسخا للآخرولادافعا له، دل ذلک علی ان النبی علیه السلام اطلق لامته کلا الفعلین فمن أخذ بقص شاربه فهو مصیب ومن استأصل حلقه فهو لموافقة ذلک السنة...الخ. (شرح صحیح البخاری لابن بطال،ج: ۹،ص: ۱۴۵)

قال القرطبی: وقص الشارب ان یاخذ ما طال علی الشفة بحیث لایؤذی ولا یجمع فیه الوسخ، قال: والجز والاحفاء هوالقص المذکور ولیس بالاستئصال عند مالک قال وذهب الکوفیون الی انه الاستئصال وبعض العلماء الی التخییر فی ذلک: قلت: هو الطبریؒ فانه حکی قول مالک وقول الکوفیین. ونقل عن اهل اللغة ان الاحفاء الاسئتصال ثم قال دلت السنة علی الامر ین ولاتعارض، فان القص یدل علی اخذ البعض والاحفاء یدل علی اخذ

الكل وكلاهما ثابت فيما شاء....ويرجح قول الطبری ثبوت معافی الاحاديث المرفوعة. (فتح الباری،ج:۱۰، ص: ۳۵۹،۳٦۰)

(والحاصل): **ان السنة دلت على الامرين ولاتعارض فان القص يدل على اخذ البعض والاحفاء يدل على اخذ الكل وكلا هما ثابت فيختار المكلف، ايهما شاء فينبغی لمن يريد المحافظة على السنن ان يستعمل هذا مرة وهذا مرة فيكون قد عمل ماورد.** (المنهل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۸۵)

قال الجامع عفا الله عنه: فلما صحت الاحاديث فی الامر ين علمنا ان المكلف مخير فيهما قال صاحب المنهل. ۱/۱۸۵ : والحاصل السنة دلت على الامر ين ولا تعارض فيختار المكلف ايهما شاء فينبغی لمن يريد المحافظة على السنن ان يستعمل هذا مرة وهٰذا مرة فيكون قد عمل بكل ماورد. انتهٰی كلام صاحب المنهل وهذا احسن ما يحصل به العمل بالاحاديث المقتضية للامرين من غيراهمال لبعضها. والله اعلم. (ذخيرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ: ج: ۱، ص: ۳۸۷)

خلاصہ بحث

مونچھوں کو کاٹنے کے بارے میں حضرت امام سالم وسعید بن المسیب وعروۃ بن زبیر وجعفر بن زبیر وعبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ وابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث وحسن بصری و محمد بن سیرین وعطاء بن ابی رباح و مالک بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ و دیگر فقہاء مالکیہؒ اور حنفیہ

میں علامہ کاسانیؒ اور بعض دیگر حضرات کی رائے یہ ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت وافضل ہے اور فقہاءِ شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ایک قول یہی منقول ہے کہ مونچھوں کا کترنا سنت وافضل ہے۔

اوران حضرات کے برخلاف جمہور السلف، اہل کوفہ وامام مکحول ومحمد بن عجلان و نافع مولی ابن عمر وامام ابوحنیفہ وزفر وابو یوسف ومحمد وطحاوی وابوبکر جصاص رحمہم اللہ تعالیٰ و دیگر اکثر فقہاءِ حنفیہ کے نزدیک مونچھوں کا کترنا بھی سنت ہے اور منڈانا بھی، لیکن مونچھوں کا منڈانا، کترنے سے افضل ہے۔ نیز فقہاءِ شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ایک قول یہی منقول ہے کہ مونچھوں کا منڈانا افضل ہے۔

اوراس کے علاوہ علامہ طبری وحافظ ابن حجر عسقلانی وعلامہ محمود محمد خطاب السبکی اور علامہ محمد بن علی بن آدم رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ تمام حضرات فرماتے ہیں کہ مونچھوں کو منڈانے اور کترنے کے بارے میں انسان کو اختیار ہے کہ مونچھوں کو منڈائے یا کترائے، البتہ علامہ محمود محمد خطاب السبکی اور علامہ محمد بن علی بن آدم، یہ دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ کبھی مونچھوں کو منڈایا جائے اور کبھی کترایا جائے تاکہ دونوں پر عمل ہوسکے۔ و اللّٰہ اعلم و علمہ اتم واحکم.

ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئا تنا و
توفنا مع الابرار سبحانک فقنا عذاب النار

﴿مؤلف کی دیگر کتب ورسائل﴾

(١) فتاوی رشیدیہ پر دوجلدوں میں جدید مطول حاشیہ

(٢) الرسالة العالية فی تحقيق الجماعة الثانية

(٣) مسائل جمعه للحنفی

(٤) سید البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلسلۂ نسب کی مدلل تحقیق

(٥) پھلوں کی خرید وفروخت کے شرعی احکام

(٦) القول التمام فی رد من قال خلاف الامام

(٧) تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم کے آئینہ میں

(٨) معدنیات کا شرعی حکم

(٩) اجرت تراویح کا شرعی حکم

(١٠) نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

(١١) روزہ کی حالت میں انجکشن لگانے کا شرعی حکم

(١٢) بالوں کے شرعی احکام